﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 14 | جمعۃ المبارک 06/اپریل 2007ء | 16/ربیع الاوّل 1428 ہجری قمری ❁ 06/شہادت 1386 ہجری شمسی | شمارہ 14

اطاعت کا حکم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
''جب مَیں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رُک جاؤ اور جب کسی کام کا حکم دوں تو اسے اپنی استطاعت کے مطابق بجالاؤ''۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول الله
حدیث نمبر 6744)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

ضروری ہے کہ تاریکی کے پھیلنے کے وقت میں روشنی آسمان سے اترے۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصّہ لے گا۔

اس زمانہ کا حصن حصین مَیں ہوں۔ جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہ رہے گی۔

''سو بھائیو یہ تو ضروری ہے کہ تاریکی کے پھیلنے کے وقت میں روشنی آسمان سے اُترے۔ مَیں اسی مضمون میں بیان کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ سورۃ القدر میں بیان فرماتا ہے بلکہ مومنین کو بشارت دیتا ہے کہ اس کا کلام اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں آسمان سے اُتارا گیا اور ہر ایک مصلح اور مجدّد جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ لیلۃ القدر میں ہی اترتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اُس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دُور کرے۔ اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے، یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کے ہمرنگ ہے۔ نبی کی وفات یا اُس کے روحانی قائم مقام کی وفات کے بعد جب ہزار مہینہ جو بشری عمر کے دور کو قریب الاختتام کرنے والا اور انسانی حواس کے الوداع کی خبر دینے والا ہے گزر جاتا ہے تو یہ رات اپنا رنگ جمانے لگتی ہے۔ تب آسمانی کارروائی سے ایک یا کئی مصلحوں کی پوشیدہ طور پر تخم ریزی ہو جاتی ہے جو نئی صدی کے سر پر ظاہر ہونے کے لئے اندر ہی اندر تیار ہو رہے ہیں۔ اسی طرف اللہ جلشانہ اشارہ فرماتا ہے کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (القدر:4) یعنی اس لیلۃ القدر کے نور کو دیکھنے والا اور وقت کے مصلح کی صحبت سے شرف حاصل کرنے والا اُس اسّی برس کے بڈھے سے اچھا ہے جس نے اس نورانی وقت کو نہیں پایا اور اگر ایک ساعت بھی اس وقت کو پا لیا ہے تو یہ ایک ساعت اُس ہزار مہینے سے بہتر ہے جو پہلے گزر چکے۔ کیوں بہتر ہے؟ اس لئے کہ اس لیلۃ القدر میں خدائے تعالیٰ کے فرشتے اور روح القدس اس مصلح کے ساتھ رب جلیل کے اذن سے آسمان سے اترتے ہیں، نہ عبث طور پر بلکہ اس لئے کہ تا مستعد دلوں پر نازل ہوں اور سلامتی کی راہیں کھولیں۔ سو وہ تمام راہوں کے کھولنے اور تمام پردوں کے اٹھانے میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ ظلمتِ غفلت دور ہو کر صبحِ ہدایت نمودار ہو جاتی ہے۔

اب اے مسلمانو! غور سے ان آیات کو پڑھو کہ کس قدر خدا تعالیٰ اس زمانہ کی تعریف بیان فرماتا ہے جس میں ضرورت کے وقت پر کوئی مصلح دنیا میں بھیجتا ہے۔ کیا تم ایسے زمانہ کا قدر نہیں کرو گے؟ کیا تم خدا تعالیٰ کے فرمودوں کو بنظر استہزاء دیکھو گے؟

سوائے اسلام کے ذی مقدرت لوگو دیکھو! مَیں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اس اصلاحی کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلا ہے اپنے سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہئے اور اس کے سارے پہلوؤں کو بہ نظر عزّت دیکھ کر بہت جلد حق خدمت ادا کرنا چاہئے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری دینا چاہتا ہے وہ اس کو حق واجب اور دَینِ لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے اور اس فریضہ کو خالصۃً للہ نذر مقرر کر کے اُس کے ادا میں تخلّف یا سہل انگاری کو روا نہ رکھے۔ اور جو شخص یکمشت امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح ادا کرے۔ لیکن یاد رہے کہ اصل مدّعا جس پر اس سلسلہ کے بلا انقطاع چلنے کی امید ہے وہ یہی انتظام ہے کہ سچے خیر خواہ دین کے اپنی بضاعت اور اپنی بساط کے لحاظ سے ایسی سہل رقمیں ماہواری کے طور پر ادا کرنا اپنے نفس پر ایک حتمی وعدہ ٹھہرا لیں جن کو بشرط نہ پیش آنے کسی اتفاقی مانع کے بآسانی ادا کر سکیں۔ ہاں جس کو اللہ جلشانہٗ توفیق اور انشراح صدر بخشے وہ علاوہ اس ماہواری چندہ کے اپنی وسعتِ ہمت اور اندازہ مقدرت کے موافق یکمشت کے طور پر بھی مدد کر سکتا ہے۔

اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ مَیں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن مَیں اس خدمت کیلئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔

میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ مَیں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اُس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ مَیں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالَم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے مَیں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے، جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین مَیں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزّاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور مَیں اُس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفسِ مُزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اُس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اُس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی روح اُس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلّی خاص کے ساتھ ربّ العالمین کا اِستویٰ اس کے دل پر ہوتا ہے تب پورانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اُس کو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اُس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اِسی عالم میں اُس کو مل جاتا ہے''۔

(فتح اسلام۔روحانی خزائن جلد 3صفحہ 32تا35)

اداریہ

امن و ایمان

''آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ جو دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت''۔(ضمیمہ رسالہ جہاد)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ:''یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہوگیا ہے۔اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔وہ جس چیز کو ایمان کہتے ہیں اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں اور جو حقیقی نیکی ہے اس سے بکلّی بے خبری ہے۔اس زمانہ کا فلسفہ اور طبعی بھی روحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے۔اس کے جذبات اس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنے والے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوتے ہیں۔وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوئے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں''۔(فتح اسلام)

الغرض ''عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے امانت اور دیانت ایسی اٹھ گئی ہے کہ گویا بکلّی مفقود ہوگئی ہے۔دنیا کے کمانے کے لئے مکر اور فریب حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔جو شخص سب سے زیادہ شریر ہو وہی سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا ہے۔طرح طرح کی ناراستی،بددیانتی،حرامکاری،دغابازی،دروغگوئی اور نہایت درجہ کی رُوبہ بازی اور لالچ سے بھرے ہوئے منصوبے اور بدذاتی سے بھری ہوئی خصلتیں پھیلتی جارہی ہیں اور نہایت بے رحمی سے ملے ہوئے کینے اور جھگڑے ترقی پر ہیں اور جذبات بہیمیّہ اور سبعیّہ کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے''۔(فتح اسلام)

کہنے کو تو دنیا میں سینکڑوں ایسے ادارے اور تنظیمیں ہیں جو امن کے خواہاں ہیں اور اپنے اپنے خیال کے مطابق وہ دنیا میں قیام امن کے لئے کوشاں بھی ہیں۔آئے دن امن سمپوزیم اور امن کانفرنسیں بھی منعقد کی جاتی ہیں۔امن کے منصوبے بھی بنائے جاتے ہیں اور امن کے نوبل انعام اور دیگر ایوارڈز بھی دئے جاتے ہیں۔لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے کسی خطہ میں بھی حقیقی امن نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔وہ طاقتور ممالک اور ان کے حکمران جو خود کو امن کے علمبردار سمجھتے ہیں ان کے بیانات سے لگتا ہے کہ صرف یہی ایک چیز انہیں ہر لحظہ بیقرار کئے ہوئے ہے کہ کسی طرح دنیا سے ظلم و تعدّی اور ناانصافی کا خاتمہ ہو اور حقیقی امن کا قیام علم میں آجائے لیکن ان کے اپنے عمل اس کے بالکل برعکس ہیں۔وہ جو دوسرے ملکوں کو طاقت کے زور پر زبردستی امن کا جام پلانے کی خواہش رکھتے ہیں خود ان کے اپنے ملکوں کا یہ حال ہے کہ وہاں دن بدن جرائم میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے۔قتل و غارت،لوٹ مار،عصمت دری کے بڑھتے ہوئے واقعات نہایت خوفناک شکل اختیار کر رہے ہیں۔ان ممالک کے پاس نہایت مہلک ہتھیاروں کے انبار لگے ہوئے ہیں اور وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے مزید خوفناک ہتھیار بنانے کے لئے بے پناہ بجٹ فراہم کئے جارہے ہیں۔جدید ترین اور تباہ کن ہتھیاروں سے لیس یہ طاقتیں کمزور ممالک پر بم اور گولیاں برسا کر اور ہزاروں بلکہ لاکھوں معصوموں کا خون بہا کر اور ان کے اموال و جائیداد کو تباہ کر کے اور مختلف قسم کی اقتصادی اور تجارتی پابندیاں لگا کر اور خوف و دہشت کا ماحول پیدا کر کے خیال کرتے ہیں کہ اس طرح ان ملکوں میں امن قائم ہوجائے گا اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ وہ چاہتے ہیں کہ باقی دنیا بھی ان ظالمانہ کارروائیوں کو ان کی قیام امن کی کوششوں کے طور پر ہی دیکھے۔جبکہ ان کا قیام امن کا ہر منصوبہ مزید بدامنی اور فساد اور خون خرابہ پر منتج ہوتا ہے۔

ایسا کیوں ہے؟ باوجود قیام امن کی تمام کوششوں کے اس بڑھتی ہوئی بدامنی اور فساد کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے دل ایمان سے خالی ہو چکے ہیں۔اور ان کے امن منصوبے حقیقی اور کامل انصاف پر مبنی نہیں ہوتے۔ان کے پیچھے ذاتی مفادات،نفسانی خواہشات اور کئی قسم کے تعصّبات کام کر رہے ہوتے ہیں اس لئے وہ کوششیں مثبت نتائج سے محروم رہتی ہیں۔غرضیکہ ''ایک بڑا حصہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے''۔

قیام امن کی ہر وہ کوشش اور ہر وہ منصوبہ جس کی جڑیں خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان میں نہ ہوں وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور بغیر خالص ایمان کے حقیقی امن کا حصول ممکن نہیں۔قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ (الانعام:83) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمانوں کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا وہی لوگ ہیں جن کے لئے حقیقی امن مقدر ہے۔اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔جس قدر کسی کا ایمان خالص ہوتا ہے اسی قدر اسے قلبی و روحانی اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جتنا کسی کے ایمان میں فتور ہو اسی نسبت سے اس کے امن میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔

امن اور ایمان دو ایسی چیزیں ہیں جن کا ایک دوسرے سے بہت قریبی اور گہرا تعلق ہے۔ان دونوں لفظوں کا بنیادی مادہ ایک ہی ہے۔سچے امن کا شیریں پھل حقیقی اور کامل ایمان کے شجر پر ہی لگتا ہے۔بغیر سچے ایمان کے امن کے قیام کا تصور محض ایک خواب ہے،ایک سراب ہے جو کبھی حقیقت کا روپ دھار نہیں سکتا۔حقیقی امن اور سکون اور سچی خوشی و خوشحالی اور دائمی راحت و اطمینان کا حصول بغیر سچے اور کامل ایمان کے ہرگز ممکن نہیں۔یہ ایک ایسی ابدی حقیقت ہے جس پر ساری تاریخ انسانیت گواہ ہے۔جب بھی لوگوں کے دلوں سے ایمان جاتا رہا خود ان کا اور ان کے ماحول کا امن بھی اٹھتا گیا اور معاشرہ کئی قسم کے مظالم و مفاسد کا شکار ہوتا گیا۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ایک دفعہ دنیا سے ایمان اٹھ گیا اور امن جاتا رہا اور زمین ظلم و جور سے بھر گئی تو پھر کبھی انسانی زمینی کوششوں سے دنیا میں امن قائم نہیں ہوا۔بلکہ جیسا کہ تاریخ انبیاء شاہد ہے بلا استثناء خدا تعالیٰ کے انبیاء اور مرسلین کے ذریعہ سے پہلے لوگوں کے دلوں میں زندہ خدا پر حقیقی اور کامل ایمان کا بیج بویا گیا اور پھر اس کی نشوونما کے نتیجہ میں مومنین کا ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جسے مثالی اور پُرامن معاشرہ کہا جاسکتا ہے۔کیونکہ ''مومن متقی کے دل میں شرّ نہیں ہوتا۔مومن جس قدر متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذا کو پسند نہیں کرتا''۔خدا کی محبت اور اس کی رضا کے حصول کا شوق اور اس کی ناراضگی اور گرفت کا خوف ہی ہے جو انسان کو ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے باز رکھ سکتا ہے۔خدا تعالیٰ کے نبی اپنی دعاؤں اور روحانی توجہات اور قوت قدسیہ اور پاکیزہ انفاس اور عملی نمونہ اور شب و روز کی محنت کے نتیجہ میں لوگوں کے دلوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کے پاک درخت کی نشوونما کے سامان کرتے ہیں۔جوں جوں یہ شجر ایمان سرسبزی و شادابی حاصل کرتا چلا جاتا ہے اسی نسبت سے اِس شجر پر امن و سلامتی اور تقویٰ و راستی کے شیریں پھل بھی لگتے ہیں۔

ہمارا یہ زمانہ جس میں دنیا ہر قسم کے ظلموں سے بھر گئی ہے اس کی پہلے سے پیشگوئیاں کر دی گئی تھیں۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے زمانہ کی خبر دی تھی۔لیکن آپؐ نے ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی تھی کہ جب ایمان زمین سے اٹھ کر ثریّا پر چلا جائے گا تو اس وقت ابنائے فارس میں سے ایک شخص اسے واپس لائے گا۔اور اس موعود مسیح و مہدی سے متعلق آپؐ نے یہ بشارت بھی دی تھی کہ وہ حکم و عدل ہوگا،کامل انصاف کرنے والا ہوگا اور وہ زمین کو پھر سے عدل و انصاف سے بھر دے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ان عظیم الشان بشارات کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور آپ نے اعلان فرمایا کہ:

''خدا تعالیٰ نے زمانے کی موجودہ حالت دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق و فجور اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا......اس صدی کے سر پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں''۔(تذکرۃ الشہادتین)

آپ نے فرمایا:''مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں،کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے،اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیاوی اسباب پر ہے،یہ یقین اور بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔............ سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو''۔(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد13 صفحہ 291-293 حاشیہ)

چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے سلسلۂ بیعت کا آغاز فرمایا اور مومنین کی ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔آپ نے اپنے انفاخ قدسیہ اور دعاؤں اور روحانی توجہات سے اس جماعت کی تربیت فرمائی اور نہایت درجہ قوی اثر رکھنے والی نصائح سے ان کے درخت ایمان کی آبیاری کی۔آپ نے اس سلسلہ کے قیام کی غرض یہ بیان کی کہ:

''تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔وہ پنجوقت نماز باجماعت کے پابند ہوں،وہ جھوٹ نہ بولیں۔وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں۔اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں......اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں۔اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے......''۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ آپ کی یہ قائم کردہ جماعت خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کی زیر نگرانی ان نصائح پر کماحقہ عملدرآمد کے لئے کوشاں ہے۔آج یہی وہ سلسلہ ہے جو خدا کے مامور و مرسل سے وابستہ ہونے کی وجہ سے حقیقی امن کی راہوں پر گامزن ہے اور اس کی مساعی جمیلہ سے جگہ جگہ کامل الایمان لوگوں کی جماعتیں وجود میں آرہی ہیں جو بلاتمیز مذہب و ملت و رنگ و نسل تمام بنی نوع کی سچی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار محض رضائے باری تعالیٰ کی خاطر خدمت انسانیت میں مصروف ہیں۔جوں جوں ہم میں سے ہر ایک اپنے ذاتی و انفرادی ایمان کو خالص تر کرتا چلا جائے گا اور ایمان کی ارفع منازل کو طے کرتا جائے گا اسی نسبت سے اسے امن و آشتی اور سکینت و اطمینان کے شیریں پھل عطا ہوتے چلے جائیں گے۔بلاشبہ آج دنیا میں حقیقی امن کے قیام کی علمبردار یہی جماعت احمدیہ ہے جو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔یہی وہ امور ہیں جن کی طرف ہمیں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بار بار توجہ دلاتے ہیں کہ بیعت کی اصل غرض و غایت کو ہمیشہ سامنے رکھا جائے کہ اس کے نتیجہ میں ہی انفرادی اور اجتماعی امن قائم ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:''بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اس طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو''۔(ضرورت الامام)

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آسمان پر وہی مومن لکھے جاتے ہیں جو وفاداری سے اور صدق سے اور کامل استقامت سے اور فی الحقیقت خدا کو سب چیزوں پر مقدم رکھنے سے اپنے ایمان پر مہر لگاتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق بخشے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے کامل ایمان کو حاصل کرنے والے ہوں۔اور نہ صرف انفرادی طور پر نفس مطمئنہ کو حاصل کرنے والے ہوں بلکہ اس ایمان کی بدولت دنیا میں قیام امن کے لئے خلیفۂ وقت کی آسمانی قیادت میں اپنی عالمی ذمہ داریوں کو بھی احسن رنگ میں ادا کرنے کی سعادت پائیں۔

(نصیر احمد قمرؔ)

کفّارہ کے بارہ میں کچھ سوالات

(سید میر محمود احمد ناصر۔ ربوہ)

مسیحی چرچ نے کفارہ (Atonement) کونجات کا ذریعہ بتایا ہے۔اس کے متعلق کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

چرچ کی تعلیم جو نجات کے بارہ میں مَیں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ:

خدا اور انسانیت میں بُعد اور انقطاع پیدا ہوگیا ہے اور یہ بُعد اور انقطاع انسانیت کے گناہ کے نتیجہ میں ہے اور خدا کی صفت عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ انسانیت کوسزا دی جائے مگر خدا تعالیٰ رحیم بھی ہے اور اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ انسانیت کو سزا سے بچایا جائے اور دونوں تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جس نے صلیب پر لٹک کر دُکھ اٹھایا اور جان دی اور اس طرح انسانیت کے گناہ اٹھا کر انسانیت کو گناہ کی سزا سے بچالیا۔اب جو شخص خدا کے اس عمل پر ایمان لاتا ہے وہ گناہ کی سزا سے بچایا جاتا ہے اور انسان اور خدا میں جو بُعد اور انقطاع پیدا ہوگیا تھا دُور ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق اب شریعت پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور شریعت ایک لعنت ہے۔

اگر چرچ کے نمائندوں سے پوچھا جائے کہ انسانیت کس طرح گناہگار ہوئی؟ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ جیسا کہ پرانے عہد نامہ میں لکھا ہے کہ انسانیت کے ماں باپ آدم اور حوّا نے ممنوعہ پھل کھا کر خدا کی نافرمانی کی اور گناہگار ہوئے اور ان دونوں کے گناہ کے نتیجہ میں ان کی تمام نسل گناہگار ہوئی۔اگر کسی انسان نے خود نہ بھی گناہ کیا ہو تب بھی وہ آدم اور حوّا کے گناہ کی وجہ سے گناہگار ہے ۔ یسوع نے جو (بے باپ تھا اور اس لئے معصوم تھا) اپنی صلیبی موت کے ذریعہ انسانیت کو گناہ اور اس کی سزا سے بچالیا۔

اس نظریہ کے متعلق میرے سوال یہ ہیں:

❁......(1) کیا یہ عقیدہ جس کو ماننے پر انسانیت کی نجات موقوف ہے اور جس کے مانے بغیر چرچ کے مطابق نجات نہیں ہوسکتی خود یسوع نے یا کم ازکم اس کے حواریوں نے جنہوں نے اس سے براہ راست تعلیم پائی وضاحت سے بیان کیا ہے؟

یا یہ عقیدہ پولوس کی اختراع ہے جس نے خود یسوع سے کوئی تعلیم براہ راست نہیں پائی بلکہ یسوع کے ساتھیوں، حواریوں اور یسوع کے بھائیوں کی مخالفت کی اور ان پر ناپاک الزام لگائے۔

❁...... (2)۔کیا یہ عقیدہ چار اناجیل میں بیان ہے جو یسوع کے حالات اور تعلیمات پر مشتمل ہیں یا صرف پولوس کے خطوط میں بیان ہے؟

❁......(3)۔اگر بفرض محال یسوع یا اس کے اصل حواریوں نے کفارہ کا عقیدہ بیان کیا ہے تو اس کے حق میں کوئی عقلی دلیل بھی دی ہے؟ کوئی اس کی حکمت بیان کی ہے؟

❁......(4) اگر نجات کے لئے یسوع کی صلیبی موت پر ایمان لانا کافی ہے اور شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ شریعت لعنت ہے تو یسوع نے کیوں کہا: ''یہ نہ سمجھو کہ مَیں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شعشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہوجائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔لیکن جو اس پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوگے''۔

(متی باب 5آیت 17تا 20)

❁......(6)۔یسوع نے پرانے عہد نامہ کو کتاب مقدس قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں ۔ پرانے عہد نامہ میں چرچ کے عقیدہ کفارہ کا اشارۃً بھی ذکر نہیں ۔ حالانکہ اس کی تعلیمات خدا کی طرف سے واجب العمل قرار دی گئی تھیں اور ان کی تجدید و اشاعت کے لئے وقتاً فوقتاً نبی آتے رہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ دونوں مقدس ہوتے ہوئے نجات کے لئے مختلف طریقے بیان کریں؟۔

❁......(7)۔اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اناجیل میں کفارہ کی تعلیم دی گئی ہے تو بھی انجیل کی بات کس طرح تسلیم کی جائے کہ اناجیل نہ تو الہامی کلام ہیں، نہ الہامی ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں نہ اپنے معنوں کے اعتبار سے خدا کا الہام قرار دی جاسکتی ہیں، نہ اس کے مصنّفین خدا کے رسول اور نبی تھے اور نہ انہوں نے کبھی مُلہَم ہونے کا دعویٰ کیا۔

❁......(8)۔کفّارہ جیسے بنیادی عقیدہ کے بارہ میں اناجیل کی گواہی اس لئے بھی قابل قبول نہیں کہ وہ محفوظ نہیں رہیں ۔ان میں صدیوں کے دوران میں تبدیلی ،اضافہ اور کمی بیشی ہوتی رہی ہے بلکہ عقائد ونظریات کی بنا پر ان میں ارادۃً ایزادی اور حذف ہوتا رہا ہے۔

❁......(9)۔ کفّارہ کا عقیدہ اس تصور پر مبنی ہے کہ یسوع صلیب پر مرگیا۔اگر یہ تصور مان لیا جائے تو یہ دوسرا تصور بھی ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ یسوع لعنتی تھا اور ملعون ہوا کیونکہ استثناء باب 21 آیت 23 اور گلتیوں باب 3 آیت 13 کے مطابق صلیب پر لٹکایا جانے والا لعنتی ہوتا ہے جس کا تعلق خدا سے ٹوٹ جاتا ہے اور وہ خدا کا دشمن اور خدا اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔پس اگر کفّارہ کا عقیدہ درست ہے تو ماننا پڑے گا کہ یسوع جو خدا کا مقرب اور مقبول تھا ملعون اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا۔

❁......(10) اگر نجات کے لئے کفّارہ ضروری ہے تو جو لوگ یسوع سے پہلے گزرے ان کی نجات کا کیا سامان ہوا اور خدا تعالیٰ کی صفت رحمت نے ان کو سزا سے بچانے کے لئے کیا انتظام کیا؟۔

❁......(11) چرچ کے بعض نمائندے اس سوال کے جواب میں کہا کرتے ہیں کہ یسوع سے پہلے کچھ خدا کے نبی اور رسول آئے جنہوں نے یسوع کے آنے اور انسانیت کے لئے قربان ہونے اور گناہ کو اٹھانے کی پیشگوئی کی تھی ۔ان پیشگوئیوں پر ایمان لانا نجات کا ذریعہ تھا۔اوّل تو اس قسم کی پیشگوئی کہ کوئی ایسا وجود آئے گا جو صلیب پر لٹک کر انسانیت کے گناہ اٹھالے گا اور اس کی صلیبی موت سے انسانیت نجات پائے گی پرانے عہد نامہ میں نہیں ملتی ۔صرف مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے۔لیکن بالفرض مان بھی لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت نے یسوع سے پہلے افریقہ، آسٹریلیا، ہندوستان کے لوگوں کی نجات کا کیا سامان کیا کیونکہ یہ نبی اور یہ پیشگوئیاں تو صرف بنی اسرائیل تک محدود ہیں۔ باقی دنیا کی نجات کے لئے کیا سامان ہوا؟ اگر ان کے لئے سامان نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ خدا کی صفت رحمت کے ذریعہ ان کی نجات کا کوئی سامان نہیں ہوا۔لہذا وہ خدا کی صفت عدل اور انصاف کے ماتحت دائمی سزا کا شکار ہوں گے۔کیا یہ ظلم نہیں؟

❁......(12)۔کفّارہ کی ضرورت کی بنیاد اس بات پر رکھی جاتی ہے کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے تمام انسانیت گنہگار ہوگئی۔کیا یہ نظریہ کہ باپ کے گناہ کے نتیجہ میں بیٹا بھی گناہگار ہو Sense of Justice کے خلاف نہیں؟

❁......(13)۔کیا یہ تصور کہ آدم کے گناہ سے اس کی نسل گناہگار ہوئی بائبل کے اس بیان کے خلاف نہیں جو حزقیل باب 18 میں ہے کہ ''اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ تم اسرائیل کے ملک کے حق میں کیوں یہ مثل کہتے ہو کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہوئے؟۔خداوند فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم کہ تم پھر اسرائیل میں یہ مثل نہ کہو گے ۔ دیکھ سب جانیں میری ہیں جیسی باپ کی جان ویسی ہی بیٹے کی جان بھی میری ہے۔ جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی لیکن جو انسان صادق ہے اور اس کے کام عدالت و انصاف کے مطابق ہیں ......وہ صادق ہے۔خداوند خدا فرماتا ہے وہ یقیناً زندہ رہے گا''۔

پھر حزقیل باب 18 میں ہے:

''جب بیٹے نے وہی جو جائز اور روا ہے کیا، اور میرے سب آئین کو حفظ کر کے ان پر عمل کیا تو وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے۔لیکن اگر شریر اپنے تمام گناہوں سے جو اس نے کئے ہیں باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ وہ نہ مرے گا۔ وہ سب گناہ جو اس نے کئے ہیں اس کے خلاف محسوب نہ ہوں گے ۔ وہ اپنی راستبازی میں جو اس نے کی، زندہ رہے گا''۔

(حزقیل باب 18 آیات 19-22)

❁......(14)۔کفّارہ کا تصور پرانے عہد نامہ کے اس بیان پر مبنی ہے کہ آدم نے گناہ کیا اور اس کی وجہ سے ساری انسانیت گناہگار ہوگی۔لیکن اگر پرانے عہد نامے کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً آدم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا کیونکہ خدا نے آدم کو کہا تھا کہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھایا تو تم مرجاؤ گے ۔مگر شیطان نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھالیا تو ہرگز نہ مرو گے بلکہ نیکی اور بدی میں امتیاز کرنے والے بن جاؤ گے۔ جب آدم نے اس درخت کا پھل کھایا تو وہ پرانے عہد نامہ کے مطابق مرا نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اس نے گناہ نہیں کیا تھا۔اگر گناہ کیا ہوتا تو وہ مرجاتا۔ہاں وہ نیک و بد کو پہچاننے کے علم کا مالک ہوگیا جو گناہ نہیں بلکہ بہت بڑی نیکی ہے۔

❁......(15)۔کفّارہ کے عقیدہ کی بنیاد پرانے عہد نامہ کے شروع میں آدم وحوّا کے متعلق بیان کردہ واقعہ پر مبنی ہے ۔آدم وحوا کے واقعہ کو غور سے پڑھیں تو صاف نظر آجاتا ہے کہ یہ واقعہ ظاہری طور پر اس طرح نہیں ہوا جس طرح بیان ہوا ہے۔اس واقعہ کے بیان میں ایک تذبذب صاف دکھائی دیتا ہے کہ ایک درخت سے آدم کو منع کیا گیا تھا یا درختوں سے۔کیا نیکی وبدی کی پہچان کا درخت اور زندگی کا درخت ایک درخت ہیں یا دو الگ الگ درخت ہیں ۔کبھی ایک بات درست نظر آتی ہے کبھی دوسری ۔ کیا ایسے متذبذب واقعہ پر نجات جیسے اصل الاصول مسئلہ کی بنیاد رکھنا درست ہوگا؟

❁......(16)۔آدم اور حوّا کا واقعہ پرانے عہد نامہ میں بیان ہے ۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زمین وآسمان کی تخلیق کے بعد کرّۂ ارض پر پہلے انسان تھے ۔(ان کا زمانہ آج سے قریباً سات ہزار سال قبل بتایا جاتا ہے) کیا پرانے عہد نامہ کا یہ بیان آج کی تاریخی اور سائنسی تحقیق کے بعد درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر نہیں تو کیا ایک مشکوک واقعہ پر نجات کے عقیدہ کا انحصار کرنا مناسب ہے؟

❁......(17)۔آدم اور حوّا کا واقعہ جو پرانے عہد نامہ میں بیان ہے ایسی باتوں پر مشتمل ہے جن کو ظاہری واقعہ کی بجائے زیادہ سے زیادہ تمثیلی کلام کہا جاسکتا ہے۔مثلاً لکھا ہے:

''عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لئے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتّوں کو سی کر اپنے لئے لُنگیاں بنائیں اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے دن کی ہوا میں باغ میں پھرتا تھا سنی اور آدم اور اس کی بیوی نے اپنے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟ اس نے کہا مَیں نے باغ میں تیری آواز سنی اور مَیں ڈرا کیونکہ مَیں ننگا تھا اور مَیں نے اپنے آپ کو چھپایا۔اس نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا کہ تُو ننگا ہے؟ کیا تُو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت مَیں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا۔ آدم نے کہا کہ جس عورت کو تُو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور مَیں نے کھایا''۔(پیدائش باب 3آیت 6تا 12)

کیا کسی درخت کا پھل کھانے سے انسان ننگا ہو جاتا ہے یا ننگا ہونے کا اس کو احساس ہو جاتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ ٹھنڈے دن کی ہوا کھانے کے لئے باغ میں پھرا کرتا ہے؟ کیا باغ میں چھپے ہوئے آدم کو تلاش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کو آوازیں دینی پڑتی ہیں؟ اپنے Imagination کو جتنا بھی دور لے جائیں ماننا پڑے گا کہ یہ ظاہری واقعہ نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ تمثیلی حکایت ہے۔ کیا نجات جیسا بنیادی عقیدہ ایسی حکایتوں پر مبنی ہو سکتا ہے؟

❁......(18)۔ پیدائش کی کتاب میں لکھا ہے کہ جب آدم و حوا نے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اس گناہ کی سزا تجویز کی۔ اللہ تعالیٰ نے عورت سے کہا: ''مَیں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تُو درد کے ساتھ بچے جنے گی''۔ (باب 3 آیت 16)

اور آدم کو کہا ''چونکہ تُو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت مَیں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اُسے نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی، مشقت کے ساتھ تُو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا اور...... اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا''۔

(باب 3 آیات 17 تا 19)

آدم و حوّا کے گناہ کے نتیجہ میں تمام مردوں کے لئے مشقت و محنت سے روٹی کھانے اور تمام عورتوں کے لئے درد کے ساتھ بچہ جننے کی سزا ملی۔ اگر کفارہ کی وجہ سے انسان گناہ یا گناہ کی سزا سے بچ جاتا ہے اور گناہ معاف ہو جاتا ہے تو لازماً اس کی سزا بھی معاف ہو گئی ہو گی۔ مگر کیا یہ واقعہ ہے؟ کیا کفّارہ پر ایمان لانے والے مرد اور کفّارہ پر ایمان لانے والی عورتیں گناہ سے اور گناہ کی سزا سے محفوظ ہیں؟

❁......(19)۔ پولوس نے کفّارہ کا نظریہ پیش کرتے ہوئے اپنے نظریہ کو تقویت دینے کے لئے یہ خیال بھی پیش کیا ہے کہ ''ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی''۔

(رومیوں باب 5 آیت 12)

❁......(20)۔ کفّارہ کا عقیدہ اس تصور پر مبنی ہے کہ آدم کے گناہ سے اس کی ساری اولاد گناہگار ہوئی۔ یہ تصور بائبل کے خلاف ہے کیونکہ بائبل آدم کی اولاد میں سے متعدد افراد کو بے گناہ اور کامل طور پر نیک قرار دیتی ہے۔ مثلاً لکھا ہے: ''حنوک کی کُل عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھا لیا''۔

(پیدائش باب 5 آیت 23-24)

لکھا ہے: ''نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا''۔

(پیدائش باب 6 آیت 9)

لکھا ہے: ''عُوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور راستباز تھا''۔

(ایوب 1:1)

اسی طرح ملک صدق سالم کے بادشاہ کی نیکی اور بزرگی کا ذکر پیدائش کی کتاب اور عبرانیوں کے خط میں ملتا ہے۔

زکریا اور اس کی بیوی کے متعلق لکھا ہے ''دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکام و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے۔

(لوقا باب 1 آیت 6)

یوحنا کے بارہ میں فرشتہ نے بشارت دی ''وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہو گا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا''۔ (لوقا باب 1 آیت 15)

❁......(21)۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نیک بندوں کی خاطر قربان ہونے کے لئے اقنوم ابن کی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں۔ اگر کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تینوں اقنوم مساوی ہیں تو پھر بتاؤ کہ قربان ہونے کے لئے مسیح کو کیوں چنا گیا؟ باپ یا روح القدس کیوں نہ مصلوب ہوئے؟ کیا اقنوم ثانی کا مرتبہ دونوں سے بلند ہے یا کم تر؟ کیا تینوں اقنوم مساوی المرتبہ نہیں ہیں؟

❁......(22)۔ کفّارہ کی بنیاد اس تصور پر رکھی جاتی ہے کہ باقی سب انسانیت گنہگار ہے۔ مگر یسوع نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ معصوم نہیں۔ لکھا ہے: ''ایک شخص دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھنے لگا کہ اے نیک استاد مَیں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ ۔ یسوع نے اس سے کہا تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا''۔ (مرقس باب 10 آیات 17-18)

لوقا میں لکھا ہے: ''پھر کسی سردار نے اس سے یہ سوال کیا کہ اے نیک استاد! مَیں کیا کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ یسوع نے اس سے کہا تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا''۔

(لوقا باب 18 آیات 18-19)

❁...... چرچ کے نمائندے کہا کرتے ہیں کہ مسیح کا بے باپ ہونا اس کے بے گناہ ہونے کا ثبوت ہے۔ حالانکہ بیٹا ماں اور باپ دونوں کے اثرات اور اوصاف ورثہ میں قبول کرتا ہے۔ اگر ورثہ میں گناہ چلتا ہے تو یسوع نے ماں سے ورثہ میں گناہ لیا بلکہ یسوع کا بے باپ ہونا اس کو موروثی گناہ کے قبول کرنے کے زیادہ قابل بنا دیتا ہے کیونکہ پیدائش کی کتاب سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پہلے گناہ حوّا نے کیا اور حوّا نے ہی آدم کو ممنوعہ پھل کھلایا۔

❁......(23)۔ اگر کفّارہ کا یہ تصور درست ہے کہ گناہگار انسانیت کی نجات کے لئے خدا کا بیٹا قربان ہو کر لوگوں کے گناہ اٹھا لے تو ظاہر ہے کہ یہ مقصد کل انسانیت کے لئے ہونا چاہئے تھا اور تمام دنیا کے انسان اس سے مستفیض ہونے چاہئیں۔ مگر موجودہ محرف و مبدل اناجیل سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یسوع کا مشن بنی اسرائیل کے لئے محدود تھا۔

لکھا ہے: ''پھر یسوع وہاں سے نکل کر صُور اور صیدا کے علاقہ کو روانہ ہوا۔ اور دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ ایک بدروح میری بیٹی کو بُری طرح ستاتی ہے۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا اور اس کے شاگردوں نے پاس آ کر اُس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کر دے کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاّتی ہے۔ اُس نے جواب میں کہا کہ مَیں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا مگر اس نے آ کر اُسے سجدہ کیا اور کہا: اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب میں کہا: لڑکوں کی روٹی لے کر کتّوں کو ڈال دینا اچھا نہیں''۔

(متی باب 15 آیات 21-27)

حواریوں کو تبلیغ کے لئے بھیجتے ہوئے یسوع نے ہدایت دی: ''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا''۔

(متی باب 10 آیات 5-7)

یسوع نے کہا: ''یہ نہ سمجھو کہ مَیں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں''۔

(متی باب 5 آیت 17-18)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کا مشن توریت اور نبیوں کی کتابوں کی طرح 12 قبائل تک محدود تھا، عالمگیر نہیں تھا۔

پھر درج ذیل حوالہ سے یسوع کی تعلیم کا نامکمل اور محدود الوقت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

''مجھے تم سے اَور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا''۔

(یوحنا باب 16 آیت 12)

❁......(24)۔ کفّارہ کی بنیاد اسی بات پر رکھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحم گناہگار کو معاف کرنے کا تقاضا کرتی ہے مگر اس کی صفتِ عدل و انصاف گناہ کی سزا کی متقاضی ہے کیونکہ رحم بلا مبادلہ ممکن نہیں۔ مگر کیا یہ درست ہے کہ رحم بلا مبادلہ ممکن نہیں؟ کیا یہ خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ پر اعتراض نہیں کہ بغیر بدلہ لئے رحم نہیں کرتا۔ چرچ تو کہتا ہے کہ خدا محبت ہے۔ ہم قانون قدرت میں دیکھتے ہیں کہ اس میں قہر بلا مبادلہ ہو رہا ہے۔ ہزار ہا کیڑے مکوڑے اور ہزار ہا حیوانات بغیر کسی جرم اور بغیر ثبوت کسی خطا کے قتل کئے جاتے ہیں، ذبح کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک قطرہ پانی میں صدہا کیڑے ہم پی جاتے ہیں۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ہمارے تمام امور معاشرت خدا تعالیٰ کے قہر بلا مبادلہ پر چل رہے ہیں یہاں تک کہ جو ریشم کے کپڑے انسان استعمال کرتا ہے اس میں اندازہ کر لینا چاہئے کہ کس قدر جانیں تلف ہوتی ہیں اور چرچ سے تعلق رکھنے والے لوگ اچھے اچھے جانوروں کا عمدہ گوشت تناول فرماتے ہیں۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں لگتا کہ یہ کس گناہ کے عوض ہو رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت بغیر دیکھے گناہ کے بجائے خود کام کر رہی ہے۔ انسان کے بچوں کو دیکھو صدہا صعب اور شدید اور ہولناک بیماریاں ہوتی ہیں اور بعض ایسے غرباء اور مساکین کے گھر پیدا ہوتے ہیں کہ دانت نکلنے کے ساتھ طرح طرح کے فاقہ کو اٹھانا پڑتا ہے۔ پھر بڑے ہوئے تو کسی کے سائیس بنائے گئے اب جبکہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ اللہ جل شانہ بلا مبادلہ قہر کرتا ہے اور اس کا کچھ عوض ملنا ہمیں معلوم نہیں ہوتا تو پھر بلا مبادلہ رحم کرنا اخلاقی حالت سے انسب و اولیٰ ہے۔

❁......(25)۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ رحم بلا مبادلہ نہیں کرتا اور اس کا رحم اس بات سے وابستہ ہے کہ بندہ کی طرف سے کچھ پیش کیا جائے اور اللہ تعالیٰ بغیر معاوضہ کے گناہ نہیں بخشتا اور معاوضہ کے لئے کفّارہ کی ضرورت پڑی تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اس مبادلہ اور معاوضہ کے لئے یسوع کا صلیب پر دکھ اٹھانا اور مرنا ضروری ہے۔ بعض دوسرے مذاہب یہ کہتے ہیں کہ اس مبادلہ اور معاوضہ، بندہ کے توبہ و استغفار اور ندامت کے ساتھ اطاعت کرنا اور اپنے جرم کی سزا میں ہر دکھ قبول کرنے کے لئے مستعد ہو جانا۔ ہر لحاظ سے یسوع کی صلیبی موت سے بہتر معاوضہ ہے۔

❁......(26)۔ اگر چرچ کے نظریہ کے مطابق گناہ بلا معاوضہ نہیں بخشے جاتے اور گناہوں کے لئے کفّارہ ضروری ہے تو کیا وجہ ہے کہ بائبل کے بیان کے مطابق نیکوں کی شفاعت سے گناہ کرنے والوں کے گناہ بخشے گئے۔ چنانچہ گنتی باب 12 کے مطابق حضرت موسیٰؑ کی شفاعت سے مریم کا گناہ بخشا گیا۔ گنتی باب 14 آیت 19 کی رو سے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تباہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت موسیٰؑ کی شفاعت کے نتیجہ میں ان کو بخش دیا۔ استثناء باب 9 آیت 18-19 میں حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: ''تم سے بڑا گناہ سرزد ہوا تھا اور خداوند کو غصہ دلانے کے لئے تم نے وہ کام کیا جو اس کی نظر میں بُرا تھا اور مَیں خداوند کے قہر اور غضب سے ڈر رہا تھا کیونکہ تم سے سخت ناراض ہو کر تم کو نیست و نابود کرنے کو تھا لیکن خداوند نے اس بار بھی میری سن لی''۔

(استثناء باب 9 آیت 18-19)

ظاہر ہے کہ چرچ کے مزعومہ کفارہ کے بغیر بھی گناہ بخشے جا سکتے ہیں اور ان کی سزا معاف ہو سکتی ہے۔

❁......(27)۔ یسوع ناصری نے تعلیم دی کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ اپنے اندر پیدا کرے اور ہدایت دی ''اور چاہئے کہ تم کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے''۔

(متی باب 5 آیت 48)

اور فرمایا: ''اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ کیونکہ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے؟''۔

(متی باب 5 آیات 44 تا 47)

گویا انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ تخلق باخلاق اللہ کرے اور اس کی صفات کا نقشہ اپنے اندر بنائے۔ اب اگر خدا تعالیٰ بلا مبادلہ رحم نہیں کرتا اور بلا معاوضہ گناہ نہیں بخشتا تو یسوع کے اقوال میں جو اوپر درج ہوئے ہیں اور نیچے درج کئے جا رہے ہیں بندہ کو یہ ہدایت کیوں کی گئی کہ وہ بلا مبادلہ رحم کرے، بغیر معاوضہ کے بخشے، بغیر سزا دینے کے معاف کرے کیونکہ یہ صفت خدا تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی اور انسان کا کمال یہ ہے کہ خدا کی صفت کی نقل کرے۔

متی میں لکھا ہے: ''اس وقت پطرس نے پاس آ کر اُس سے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو مَیں کتنی دفعہ اسے معاف کروں۔ کیا سات بار

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

خدامالک ہے جزا سزا کے دن کا۔ ایک رنگ میں اسی دنیا میں بھی جزا سزا ملتی ہے۔

مالک ایک ایسا لفظ ہے جس کے مقابل پر تمام حقوق مسلوب ہو جاتے ہیں اور کامل طور پر اطلاق اس لفظ کا صرف خدا پر ہی آتا ہے۔

جہاں اپنے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا صحیح فہم وادراک عطا فرمائے، اپنی مالکیت کی حقیقت کی سمجھ عطا فرماتے ہوئے ہمارے سے ایسے اعمال کروائے جو ہمیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے وارث بنائیں اور اس کی سزا سے ہم ہمیشہ بچے رہنے والے ہوں۔ وہاں مسلم اُمّہ کے لئے بھی بالخصوص دعا کریں کہ وہ اپنے مالک حقیقی کی منشاء کو سمجھنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو امام بھیجا ہے اس کو ماننے والے ہوں اور اس کے مددگار ہو کر دنیا میں اسلام کے غلبہ کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ اور اس حوالہ سے اہم نصائح

(مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کی بیوہ محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ کی وفات پر مرحومہ کا ذکر خیر)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 16/مارچ 2007ء بمطابق 16/امان 1386ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین وآسمان کی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ مالکِ کُل ہے، تمام کائنات اس کے اشارے پر چل رہی ہے۔ وہ اِس دنیا میں بھی تمہارا مالک ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے حکموں پر عمل کرو تا کہ اِس دنیا میں بھی میری خوشنودی حاصل کر سکو اور اگلے جہان میں بھی جب تمہارے متعلق آخری جزا سزا کا فیصلہ ہوگا، میری رضا کے حصول کے لئے کئے گئے اعمال کی وجہ سے میری جنتوں کے وارث ٹھہر سکو۔ پس یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ جیسا کہ اکثر اللہ تعالیٰ کی ہستی کو نہ ماننے والے سمجھتے ہیں کہ اگلے جہان میں تو پتہ نہیں کیا ہونا ہے یا کچھ ہونا بھی ہے کہ نہیں، سوال جواب بھی ہونے ہیں کہ نہیں، جزا سزا بھی ملنی ہے کہ نہیں، کچھ ہے بھی کہ نہیں، اس لئے دنیا میں جو دل چاہتا ہے کئے جاؤ۔ اگر یہ لوگ غور کریں تو دیکھیں گے کہ اس دنیا میں بھی ہزاروں آفات ایسی ہیں جن سے ہر روز لوگ گزرتے ہیں اور اس دنیا میں بھی اس کی وجہ سے جزا سزا حاصل کرتے ہیں۔ یہی نہیں، یہ چیزیں یہ بتاتی ہیں کہ جب اس دنیا میں جزا سزا ہے تو برائیوں میں یا ان اعمال کے کرنے کی وجہ سے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان پر اصرار کرنے کی وجہ سے اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ عذاب دے سکتا ہے اور وہ اس کے سزاوار ٹھہر سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن (الفاتحہ:4) خدا مالک ہے جزا سزا کے دن کا، ایک رنگ میں اسی دنیا میں بھی جزا سزا ملتی ہے۔ ہم روز مرّہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ چور چوری کرتا ہے۔ ایک روز نہ پکڑا جاوے گا، دو روز نہ پکڑا جاوے گا، آخر ایک روز پکڑا جائے گا اور زندان میں جائے گا''۔ یعنی قید میں ڈالا جائے گا'' اور اپنے کئے کی سزا بھگتے گا۔ یہی حال زانی، شراب خور اور طرح طرح کے فسق و فجور میں بے قید زندگی بسر کرنے والوں کا ہے کہ ایک خاص وقت تک خدا کی شان ستاری ان کی پردہ پوشی کرتی ہے۔ آخر وہ طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دکھوں میں مبتلا ہو کر ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور یہ اس اُخروی دوزخ کی سزا کا نمونہ ہے۔ اسی طرح سے جو لوگ سرگرمی سے نیکی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور فرمانبرداری ان کی زندگی کا اعلیٰ فرض ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ ان کی نیکی کو بھی ضائع نہیں کرتا اور مقررہ وقت پر ان کی نیکی بھی پھل لاتی اور بارآور ہو کر دنیا میں ہی ان کے واسطے ایک نمونے کے طور پر مثالی جنت حاصل کر دیتی ہے۔ غرض جتنے بھی بدیوں کا ارتکاب کرنے والے فاسق، فاجر، شراب خور اور زانی ہیں ان کو خدا کا اور روز جزا کا خیال آنا تو درکنار، اسی دنیا میں ہی اپنی صحت، تندرستی، عافیت اور اعلیٰ قویٰ کھو بیٹھتے ہیں اور پھر بڑی حسرت اور مایوسی سے ان کو زندگی کے دن پورے کرنے پڑتے ہیں۔ سِل، دق، سکتہ اور رعشہ اور اَور خطرناک امراض ان کے شامل حال ہو کر مرنے سے پہلے ہی مر رہتے اور آخر کار بے وقت اور قبل از وقت موت کا لقمہ بن جاتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ641-642 جدید ایڈیشن)

اس زمانے میں دیکھیں کتنے ہیں جو ان غلطیوں اور گناہوں کی وجہ سے سزا بھگت رہے ہوتے ہیں۔ بعض تو ان میں سے ایسے ہوتے ہیں، کوئی نہ کوئی ان میں نیکی کی رگ ہوتی ہے، جن کو خیال آ جاتا ہے، اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں اور اس دنیا کی سزا کے نمونے سے ہی عبرت حاصل کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں تو اخروی سزا سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ برائیوں پر اصرار کرنے والے ہیں انہیں ان برائیوں کا اصرار لے ڈوبتا ہے۔ اپنی دنیا بھی خراب کرتے ہیں اور آخرت بھی خراب کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا شرابی ہیں، شراب کی وجہ سے اپنی طاقتیں ضائع کر دیتے ہیں، دماغی صلاحیتیں کھو دیتے ہیں۔ یہ شراب پینے والے جب شراب پی رہے ہوتے ہیں ان کے دماغ کے ہزاروں لاکھوں خلیے اور سیل (Cell) ہیں جو ساتھ ساتھ ضائع ہو رہے ہوتے ہیں اور یہ سب اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والے ہیں۔

پھر اس زمانے میں جو ایڈز (Aids) کی بیماری ہے، یہ بھی بہت بڑی تباہی پھیلا رہی ہے۔ جب انسان اپنی پیدائش کے اصل مقصد کو بھول کر جانوروں کی طرح صرف نفسانی خواہشات کا غلام ہو جائے تو پھر وہ جو مالک ہے جس نے انسان کے اور حیوان کے درمیان فرق کے لئے حدود قائم کی ہوئی ہیں وہ اپنی صفت مالکیت کے تحت اس دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے اور آخرت میں ان حدود کو توڑنے کی وجہ سے کیا سلوک ہونا ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ پس انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اس کو یہ سوچنا چاہئے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے قانون پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وہ کس قدر تباہی کی طرف جا رہا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے یہاں تو آتا ہی ہے آئندہ جہان میں بھی آ سکتا ہے۔ اس لئے صرف یہ سوچ کر کہ اگلا جہان پتہ نہیں ہے بھی کہ نہیں اور اس میں کوئی سزا ملنی بھی ہے کہ نہیں، غلاظتوں

اور گناہوں میں پڑ جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو پھر غلط کاریوں اور گناہوں کی وجہ سے اس دنیا میں بھی سزا ملتی ہے۔ لیکن اگر احساس ہو کہ سزا ہے تو پھر آدمی اصلاح کی کوشش بھی کرتا ہے۔ بعض لوگوں کی تو یہ حس ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جانور پن پوری طرح حاوی ہو جاتا ہے اور باوجود اس سزا سے گزرنے کے یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ ہم کن غلاظتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس ہر عقلمند انسان کو اپنے ماحول کے نمونوں کو دیکھ کر عبرت پکڑنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو جزا سزا کے دن کا مالک ہے انسان کی غلطیوں کی وجہ سے بعض کو اس دنیا میں بھی سزا کے جو نمونے دکھاتا ہے تو یہ بات ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والی اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے۔

ان ملکوں میں بعض برائیاں ایسی ہیں جن سے بچنے کے لئے خاص طور پر نوجوانوں کو بہت کوشش کرنی چاہئے۔ شروع شروع میں بعض چھوٹی چھوٹی برائیاں ہوتی ہیں پھر بڑی برائیوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور پھر اگر ان حرکتوں کے بدنتائج اس دنیا میں بھی ظاہر ہو جائیں تو یہ جہاں ایسے لوگوں کے لئے سزا ہے وہاں ان کے ماں باپ عزیزوں رشتہ داروں خاندان کو بھی معاشرے میں شرمسار کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کو بھی معاشرے کی نظروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس ان چیزوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں قائم کرتے ہوئے، اس بات کا احساس کرتے ہوئے کہ وہ گناہوں سے بچانے والا بھی ہے اور گناہوں کو معاف کرنے والا بھی ہے، نیکیوں کی توفیق دینے والا بھی ہے اور نیکیوں کا بہترین اجر دینے والا بھی ہے، اس کے سامنے جھکے رہنا چاہئے، اس سے مدد مانگنی چاہئے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ (الزمر:7) یہ ہے اللہ تمہارا ربّ اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تم کہاں الٹے پھرائے جاتے ہو۔ توجہ کرو اپنے خدا کی طرف کہ اُسی کی طرف جانا ہے۔ پس اپنے پیدائش کے مقصد کو سمجھ کر اس کے بتائے ہوئے احکامات کی نافرمانی نہ کرو۔ ہر ایک عقلمند انسان کو پتہ ہونا چاہئے کہ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (البقرۃ:108) کیا تو نہیں جانتا کہ وہ اللہ ہی ہے جس کی آسمان اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہے۔

پس آسمان اور زمین کی بادشاہت اسی واحد اور لاشریک خدا کی ہے تو یہ بات بھی اُسی کو زیب دیتی ہے کہ اس کی عبادت بھی کی جائے اور اس کے احکامات پر عمل بھی کیا جائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی نہیں جو تمہارا بہترین دوست اور مددگار ہو۔ جو کل عالم کا، زمین و آسمان کا مالک ہے، بادشاہ بھی ہے جب وہ کسی کا دوست اور مددگار ہو جائے تو پھر اس کو اور کیا چاہئے۔ کیا تم اس کے مقابلے میں جو مالک ارض وسماء ہے دنیا کی عارضی چیزیں اور ادنیٰ خواہشات اور شیطان کا غلط کاموں کے لئے بہکانہ اور اس کی جھولی میں گرنا اختیار کرو گے۔ پس اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے ہمیں سمجھاتا ہے کہ مَیں جو مالکِ کُل ہوں مجھے چھوڑ کر تم کن باتوں میں پڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔ آج دنیا کے تمام فساد اسی اہم نکتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہیں۔ آج اگر دنیا اس حقیقت کو سمجھ لے کہ سوائے ایک خدا کے جو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن ہے مکمل مالکیت اسی کی ہے، وہی مالک حقیقی ہے، اس کی زمین و آسمان پر بادشاہت قائم ہے تو دنیا کے یہ تمام فتنے اور فساد ختم ہو جائیں۔

پس اگر انسان خدا تعالیٰ کی حقیقی مالکیت کو اپنے اوپر تسلیم کر لے تو پھر اس کا خوف بھی پیدا ہو گا۔ پھر یہ احساس ہو گا کہ ایک خدا ہے جس کی ہمیں عبادت بھی کرنی ہے، جس کے احکامات پر عمل بھی کرنا ہے کیونکہ جزا سزا کا ہمارے ساتھ سلوک ہونا ہے تو پھر ہی نیک اعمال بجالانے کی طرف توجہ بھی ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’یاد رہے کہ مالک ایک ایسا لفظ ہے جس کے مقابل پر تمام حقوق مسلوب ہو جاتے ہیں اور کامل طور پر اطلاق اس لفظ کا صرف خدا پر ہی آتا ہے کیونکہ کامل مالک وہی ہے۔ (چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 23)

پس دنیا میں تو کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے لئے انسان تمام حقوق چھوڑتا ہے۔ بادشاہوں کے مقابل پر بھی رعایا کے کچھ حقوق ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلے پر کوئی حق نہیں ہے۔ یعنی حق کا مطالبہ کوئی نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات پر عمل کرنے والوں کے لئے بعض حقوق خود اپنے پر فرض کر لئے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرے، اس کی عبادت کرے، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے تو اللہ نے پھر اپنے پر یہ فرض کر لیا ہے کہ اس کو اپنی جنت میں جگہ دے۔ پس حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، اس کی عبادت کرنا، اس کا شکر گزار رہنا، اس کا خوف رکھنا، صرف اس لئے نہیں کہ اگلے جہان میں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہونا ہے، وہیں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ جزا سزا کا سلوک کرتا ہے۔ نیک کام کرنے والوں کو نوازتا ہے۔ برائیاں کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ مختلف طریقوں سے اپنے بندوں کے امتحان لیتا ہے اور اس میں پورا اترنے والوں کو اس کی بہترین جزا دیتا ہے اور جو اس کی مالکیت کی بجائے اپنی مالکیت جتاتے اور اس کے ناشکر گزار بندے بنتے ہیں تو بعض وقت وہ اس دنیا میں ہی ان کو سزا بھی دیتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لئے ان کے پاس انسانی شکل میں ایک فرشتہ بھیجا۔

پہلے وہ کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا خوبصورت رنگ، خوبصورت جلد، میری وہ بدصورتی جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھن آتی ہے۔ اس فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بیماری جاتی رہی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوے تھے اور خوبصورت رنگ اس کو مل گیا۔ پھر فرشتے نے کہا کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اس نے اونٹ یا گائے کا نام لیا۔ اسے اعلیٰ درجہ کی دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں۔ فرشتے نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں برکت دے۔

پھر وہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے کہا کون سی چیز تجھے پسند ہے؟ اس نے جواب دیا خوبصورت بال اور گنجے پن کی بیماری چلی جائے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھن آتی ہے۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور خوبصورت بال اس کے اُگ آئے۔ پھر فرشتے نے کہا کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اس نے کہا گائیں۔ فرشتے نے اس کو گابھن گائیں دے دیں یعنی ایسی گائیں جو بچے دینے والی تھیں اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت دے۔

پھر وہ اندھے کے پاس گیا اور کہا تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ اس نے کہا مَیں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ میری نظر کو لوٹا دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نظر واپس دے دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اس نے جواب دیا بکریاں۔ چنانچہ خوب بچے دینے والی بکریاں اسے دے دی گئیں۔ پس ان تینوں کے پاس اونٹ گائے اور بکریاں خوب پھلی پھولیں۔ جس نے اونٹ مانگے تھے اس کے ہاں اونٹوں کی قطاریں لگ گئیں۔ اسی طرح گائیوں کے گلوں اور بکریوں کے ریوڑوں سے وادیاں بھر گئیں۔

کچھ مدت کے بعد فرشتہ کوڑھی کے پاس خاص غریبانہ شکل وصورت میں آیا اور کہا مَیں غریب آدمی ہوں میرے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مدد کے سوا آج میرا کوئی وسیلہ نہیں جس سے مَیں منزل مقصود تک پہنچ سکوں۔ مَیں اس خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھ کو خوبصورت رنگ دیا ہے، ملائم جلد دی ہے اور بے شمار مال غنیمت دیا ہے۔ اس پر اس نے کہا مجھ پر بہت ساری ذمہ داریاں ہیں۔ مَیں ہر ایک کو کس طرح دے سکتا ہوں۔ انسان نما فرشتے نے کہا۔ تُو وہی کوڑھی غریب اور محتاج نہیں ہے جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت عطا فرمائی اور مال دیا۔ اس پر وہ بولا تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ مال تو مجھے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملا ہے یعنی میں خاندانی امیر ہوں۔ اس پر فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔

پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور اس کو بھی وہی کہا جو پہلے کو کہا تھا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ اس پر فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ ان دونوں کا حال اس جھوٹ کی وجہ سے اور حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے ویسا ہی ہو گیا۔

پھر وہ فرشتہ اسی ہیئت اور صورت میں اندھے کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ مَیں غریب مسافر ہوں سفر کے ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا منزل مقصود تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں پاتا۔ تجھ سے مَیں اس خدا کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں جس نے تجھے نظر واپس دے دی اور تجھے مال و دولت سے نوازا۔ اس آدمی نے کہا بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دیا ہے جتنا چاہو اس مال میں سے لے لو اور جتنا چاہو چھوڑ دو۔ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم آج جو کچھ بھی تم لو اس میں سے مَیں کسی قسم کی تکلیف اور تنگی محسوس نہیں کروں گا۔ اس پر اس انسان نما فرشتے نے کہا اپنا مال اپنے پاس رکھو یہ تو تمہاری آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے خوش ہے اور تیرے دوسرے ساتھیوں سے ناراض ہے۔ تُو اس کی رحمت کا مستحق ہے اور وہ اس کے غضب کے مورد بن گئے۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث ابرص...... مسلم کتاب الزھد)

تو اللہ تعالیٰ کا یہ غضب ان لوگوں پر اس دنیا میں نازل ہو گیا اور جس نے نیکی کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اجر عطا فرمایا۔

پس اللہ تعالیٰ کی مالکیت کا تصور ہمیشہ رہنا چاہئے۔ جب وہ اپنے فضل سے دیتا ہے تو ایک مومن کے دل میں ہمیشہ یہ تصور ابھرتا ہے کہ یہ سب کچھ دینے والا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے میرے پر فرض بنتا ہے کہ اس کی راہ میں جس طرح اس نے حکم دیا ہے خرچ کروں لیکن مال کی محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور دنیادار ڈرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ مالک ہے جس نے پہلے دیا وہ آئندہ بھی دے سکتا ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کی بجائے وہ ڈر کر بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور پھر ایسے لوگوں کو جیسا کہ ابھی مثال میں بھی دیکھا اللہ تعالیٰ پکڑتا ہے اور ان کا مال ان کے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَھُمْ لَھَا مٰلِکُوْنَ (یٰسین: 72) کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہم نے اس میں سے جو ہمارے دست قدرت نے بنایا ان کی خاطر مویشی پیدا کئے۔ پس وہ اس کے مالک بن گئے۔ پس یہ جو اللہ تعالیٰ نے انعام دیا ہے اور تمہیں جائیدادوں اور مویشیوں کا مالک بنایا ہے یہ بات شکرگزار بنانے والی ہونی چاہئے اور ہمیشہ یہ خیال رہے کہ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے مجھے ان چیزوں کا مالک بنایا ہے۔ جس نے دنیا کا یہ عارضی سامان ہمارے سپرد کیا ہے اور اس کی ملکیت ہمیں دی ہے اور ملکیت کی شکرگزاری کا یہ حق ہے جو اس طرح ادا ہو سکتا ہے جس طرح اس اندھے نے ادا کیا، جب یہ صورت ہو تو پھر جو اصل مالک ہے اور تمام قدرتوں کا مالک ہے اپنے انعامات سے نوازتا ہے اور یہ انعام ایمان پر قائم کرنے والے ہوتے ہیں اور اس کی عبادت کی طرف توجہ دلانے والے ہوتے ہیں۔ ورنہ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بعض اوقات ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ اس کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے اس کی مالکیت کے اظہار کے لئے اور اس کی مالکیت کی صفت سے حصہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا بھی سکھائی ہے تاکہ ہم ہمیشہ اس کے فضلوں کے حصہ دار بنتے رہیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بِیَدِکَ الْخَیْرُ۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آل عمران: 27) تُو کہہ دے اے میرے اللہ! سلطنت کے مالک تو جسے چاہے فرمانروائی عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے فرمانروائی چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔ خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے یقیناً تو ہر چیز پر جسے تو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

پس یہ بات ہمیشہ سامنے رہے اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی نہ کی جائے اس کے حکموں پر عمل نہ کیا جائے تو وہ جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے جس کے سامنے نہ حکومتیں کوئی چیز ہیں، نہ دولتیں کوئی چیز ہیں وہ اگر کمزوروں کا بھی مددگار بن جائے تو ان کو بھی عزت کے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے اور طاقتوروں اور دولتمندوں کو رسوا اور ذلیل کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی اور قومی طور پر بھی سمیٹنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ وہ سب قدرتوں کا مالک ہے۔ وہ سب خیر کا سرچشمہ ہے۔ اس نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ میرے احکامات پر عمل کرو تاکہ میری رضا حاصل کرنے والے بنو۔

اللہ کرے کہ مسلم اُمّہ بھی اس نکتے کو سمجھ لے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے سب سے پہلے مخاطب ہیں تاکہ ان قوموں کے ہاتھوں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مغضوب اور ضال قرار دیا ہوا ہے، گھٹیا سلوک سے بچ جائیں۔ ذلیل و رسوا ہونے کے سلوک سے بچ جائیں۔ ان ظالم لوگوں نے بھی اپنی سزا بھگتنی ہے۔ لیکن اگر زمانے کے امام کو نہ مان کر مسلمان ایک ہاتھ پر جمع نہ ہوں گے تو ان کو بھی سزا ملتی جائے گی۔ اگر یہ ایک ہاتھ پر جمع ہو جائیں تو اتنی ہی جلدی یہ ذلت اور رسوائی کی مار اُن پر پڑے گی جن کو اللہ تعالیٰ نے مغضوب اور ضال قرار دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی یہی تقدیر ہے کہ ان لوگوں میں سے بھی وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچیں گے جن کو اللہ تعالیٰ سیدھا راستہ دکھائے گا۔ پس اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور ان لوگوں کو سمجھانا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''پانچواں سمندر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (کی صفت) ہے اور اس سے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (الفاتحۃ: 7) کا جملہ مستفیض ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے غضب اور اس کے (انسان) کو ضلالت اور گمراہی میں چھوڑ دینے کی حقیقت لوگوں پر مکمل طور پر جزا اور سزا کے دن ہی ظاہر ہوگی۔ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور انعام کے ساتھ جلوہ گر ہوگا اور ان کو اپنی طرف سے ذلّت دے کر یا عزّت دے کر ظاہر کر دے گا۔ اور اس حد تک اپنے آپ کو ظاہر کر دے گا کہ اس طرح کبھی اپنے وجود کو ظاہر نہیں کیا ہوگا۔ اور (خدا کی راہ میں) سبقت لے جانے والے یوں دکھائی دیں گے جیسے میدان میں آگے بڑھا ہوا گھوڑا۔ اور گنہگار اپنی کھلی کھلی گمراہی میں نظر آئیں گے اور اُس دن منکروں پر واضح ہو جائے گا کہ وہ درحقیقت غضب الٰہی کے مورد تھے اور اندھے تھے۔ اور جو اس دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ لیکن اس دنیا کی نابینائی مخفی ہے اور جزا سزا کے دن وہ ظاہر ہو جائے گی۔ پس جن لوگوں نے انکار کیا اور ہمارے رسول کی ہدایت اور ہماری کتاب (قرآن کریم) کے نور کی پیروی نہ کی اور اپنے باطل معبودوں کی اتباع کرتے رہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دیکھیں گے اور جہنم کے جوش اور اس کی خوفناک آواز کو سنیں گے اور اپنی گمراہی اور کج روی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اپنے آپ کو لنگڑے کانے جیسے پائیں گے اور جہنم میں داخل ہوں گے جہاں وہ لمبا عرصہ رہیں گے اور ان کا کوئی شفیع نہیں ہوگا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ (خدا کا) اسم مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ دو پہلوؤں والا ہے۔ وہ جسے چاہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ پس تم دعا کرو کہ وہ ہدایت یافتہ بنا دے''۔ (ترجمہ از عربی عبارت تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 1 صفحہ116-117 حاشیہ۔ کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ118-119)

پس جہاں اپنے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا صحیح فہم و ادراک عطا فرمائے، اپنی مالکیت کی حقیقت کی سمجھ عطا فرماتے ہوئے ہمارے سے ایسے اعمال کروائے جو ہمیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے وارث بنائیں۔ اس کی سزا سے ہم ہمیشہ بچے رہنے والے ہوں اور وہ اپنی ہدایت کی راہیں ہمیشہ ہمیں دکھاتا رہے، وہاں مسلم اُمّہ کے لئے بھی بالخصوص دعا کریں کہ وہ اپنے مالک حقیقی کی منشاء کو سمجھنے والے ہوں اور زمانے کے حالات کے مطابق اپنی مالکیت کے تحت جو اُس نے یہ امام بھیجا ہے۔ (اللہ جب حالات خراب ہوں تو نبی مبعوث فرماتا ہے یا مُصلح بھیجتا ہے۔ یہ بھی اپنی مالکیت کی صفت کے تحت ہی بھیجتا ہے جیسا کہ مَیں نے پیچھے بتایا تھا)۔ اس کو یہ لوگ ماننے والے ہوں اور اس کے مددگار ہو کر دنیا میں اسلام کے غلبہ کی کوشش کریں اور اس روح کے ساتھ اس کے حکموں پر چلنے والے ہوں جس کی وہ توقع رکھتا ہے۔ اور بالعموم دنیا کے لئے بھی دعا کریں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خدا کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے جو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے تاکہ اس کی پکڑ سے بچ سکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

آج بھی ایک افسوسناک خبر ہے محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ جو ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کی بیوہ تھیں وہ امریکہ میں 13 مارچ کو وفات پا گئی ہیں۔ ان کا جنازہ یہاں آئے گا اس کے بعد پاکستان لے جایا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

یہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے تایا چوہدری غلام حسین صاحب کی بیٹی تھیں۔ شادی سے پہلے بھی ان کا رشتہ تھا۔ وہ بھی بڑے دیندار آدمی تھے۔ امۃ الحفیظ صاحبہ کی پیدائش سے قبل ان کے والد نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی سواری آئی ہے اور ان کے سامنے رکی ہے۔ ایک لڑکی باہر آئی ہے اور اس نے السلام علیکم کہا۔ جس پر ان کی پیدائش کے وقت ان کا نام امۃ الحفیظ رکھ دیا اور یہ چونکہ جھنگ کے رہنے والے تھے اس لئے وہیں تعلیم حاصل کی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان کا ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے ساتھ نکاح پڑھایا تھا۔ اس کے بعد جب ڈاکٹر صاحب یہاں آ گئے تھے تو ڈاکٹر صاحب کے ساتھ یہاں رہیں اور UK میں ان کی لجنہ میں کافی لمبا عرصہ خدمات ہیں۔ تقریباً 28 سال بحیثیت صدر لجنہ UK انہوں نے خدمات انجام دیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ کو آرگنائز کیا۔ عورتوں کی تربیت کے لئے بڑے آرام سے پیار سے سمجھانے والی تھیں۔ بڑی نرم مزاج تھیں اور مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ اسی طرح ان کا خلافت سے بڑا وفا اور اطاعت کا تعلق تھا۔ بڑے نیک جذبات رکھتی تھیں اور بڑی عاجزی سے ملا کرتی تھیں۔ اسی طرح نظام جماعت سے بھی بڑا والہانہ تعلق تھا۔ بڑی سادہ، صبر کرنے والی اور منکسر المزاج تھیں، بڑی دعا گو تھیں اور ایسے دعا کرنے والے لوگوں میں شامل تھیں جن کو میرا خیال ہے اور میرا ان کے ساتھ چند سال کا تجربہ ہے کہ ان کو دعا کے لئے کہو تو تسلّی ہوتی تھی کہ دعا کے لئے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ ان کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ انہوں نے اللہ کے فضل سے بچوں کی بھی اچھی تربیت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ احمدیہ گھانا (مغربی افریقہ) کی سرگرمیوں کی ایک جھلک

(رپورٹ: حمید اللہ ظفر ۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ گھانا)

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ جامعہ احمدیہ گھانا کو 2006ء میں بھی حسب سابق نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دیگر مختلف پروگرام اور علمی و ورزشی مقابلہ جات منعقد کروانے کی سعادت عطا ہوئی۔

اس وقت جامعہ احمدیہ گھانا میں افریقہ کے گیارہ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے 99 طلباء زیر تعلیم ہیں اور مدرسۃ الحفظ میں 25 طلباء قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مختلف جلسوں کا انعقاد

جماعتی روایات کے مطابق دوران سال مجلس علمی وارشاد کے تحت یوم مصلح موعودؓ، یوم مسیح موعودؑ، یوم خلافت اور جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان جلسوں میں اساتذہ وطلبہ جامعہ احمدیہ گھانا کے علاوہ اہم جماعتی شخصیات نے بھی خطابات فرمائے۔ ہر جلسے کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ جس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اردو یا عربی منظوم کلام پیش کیا گیا۔ ان جلسوں کو مزید رونق بخشنے کے لئے ان جلسوں میں مختلف زبانوں میں Songs of Praise بھی پیش کئے جاتے رہے۔

علمی مقابلہ جات

دوران سال مجلس علمی وارشاد کے تحت کل 6 علمی مقابلہ جات منعقد کروانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جن میں مقابلہ حسن قراءت، مقابلہ اذان، مقابلہ تقریر، مقابلہ ادعیۃ الرسول، مقابلہ پیغام رسانی اور کوئز کے مقابلہ جات شامل ہیں۔ یہ مقابلہ جات طلبہ جامعہ احمدیہ اور مدرسۃ الحفظ کے مابین الگ الگ منعقد کئے گئے۔ تمام طلبہ کو کل چار گروپس امانت، دیانت، شجاعت اور صداقت میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ علمی و ورزشی مقابلہ جات میں سب سے زیادہ انعامات حاصل کرنے والے گروپ کو سالانہ تقسیم انعامات کے موقع پر بہترین گروپ آف دی ائر کی ٹرافی دی جاسکے اور طلبہ میں فَاسْتَبِقُوْ الْخَيْرَاتِ کا جذبہ اجاگر کیا جاسکے۔

سالانہ ورزشی مقابلہ جات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوران سال ماہ اگست کے اختتام پر جامعہ احمدیہ غانا کے سالانہ تین روزہ ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا جس میں کل 13 انفرادی اور چار اجتماعی مقابلہ جات منعقد کئے گئے۔ اجتماعی مقابلے جو گروپس کے مابین ہوئے ان میں فٹ بال، والی بال، رسہ کشی اور ڈاک دوڑ شامل ہیں۔

انفرادی مقابلوں میں پیدل چلنا، 100 میٹر اور 1500 میٹر، تین ٹانگ دوڑ، Blind Race، Sack Race، مقابلہ ثابت قدمی، ٹیبل ٹینس، کلائی پکڑنا، پنجہ آزمائی، گولہ پھینکنا اور ڈرافٹ کے مقابلے شامل تھے۔ اسی طرح ماہ فروری میں جامعہ احمدیہ کی سالانہ پکنک کا اہتمام کیا گیا جو سالٹ پانڈ میں ساحل سمندر پر منائی گئی۔ اس موقع پر طلبہ کی طرف سے مختلف مزاحیہ پروگرام پیش کئے گئے۔

خصوصی سیمینار

دوران سال دو خصوصی سیمینار منعقد کئے گئے جن کا انعقاد بالترتیب جنوری اور فروری میں کیا گیا۔ ماہ جنوری میں ”نظام وصیت“ کے موضوع پر سیمینار منعقد ہوا جس کے مہمان خصوصی مکرم مولوی محمد بن صالح صاحب نائب امیر دوم غانا تھے۔ آپ نے نظام وصیت کی اہمیت اور اس کی برکات کے موضوع پر طلباء سے خطاب فرمایا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر طلبہ کو لبیک کہنے کی دعوت دی جس کے نتیجہ میں طلباء نے اسی روز وصیت فارم پُر کر کے اپنے امام کی اس بابرکت تحریک پر لبیک کہا۔

دوسرا سیمینار ماہ فروری میں منعقد کیا گیا جو ”جلسہ سالانہ قادیان 2005ء“ کے حالات کے متعلق تھا۔ اس سیمینار میں مہمان خصوصی مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر ومبلغ انچارج غانا تھے۔ یہ جلسہ اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل تھا کہ اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس شامل ہو کر اسے رونق بخشی تھی۔ مکرم امیر صاحب غانا بھی اس جلسہ میں غانا کے ایک وفد کی سرپرستی کرتے ہوئے شامل ہوئے تھے اور اس موقع پر آپ نے خلافت احمدیہ کی اہمیت پر تقریر بھی کی تھی۔ آپ نے طلبہ کو اس جلسہ کے واقعات برکات سے آگاہ کیا۔

جامعہ احمدیہ قادیان کی صد سالہ جوبلی تقریبات

گزشتہ سال جامعہ احمدیہ کے حوالے سے تاریخی اہمیت کا حامل تھا جس میں مدرسہ احمدیہ قادیان کے قیام کو ایک سو سال کا عرصہ پورا ہوا تھا۔ اس سال کو بھرپور انداز میں منانے کے لئے مرکزی ہدایت کے مطابق ایک سال پہلے ہی سے پروگرام مرتب کئے گئے تھے۔ دوران سال درج ذیل پروگرامز کا اہتمام کیا گیا:

1۔ جامعہ احمدیہ کی جوبلی کے حوالہ سے تین خصوصی سیمینارز کا انعقاد کیا گیا۔ پہلا سیمینار بعنوان ”وقف“ ماہ جنوری میں منعقد ہوا جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپ کے تمام خلفاء کے ارشادات جامعہ احمدیہ اور وقف کی اہمیت اور اس کی برکات کے حوالہ سے پیش کئے گئے۔

اس سلسلے کا دوسرا سیمینار ماہ اپریل میں بعنوان ”صد سالہ تاریخ جامعہ احمدیہ“ منعقد کیا گیا۔ اس سیمینار میں جامعہ احمدیہ قادیان اور جامعہ احمدیہ گھانا کی تاریخ کا تفصیلی ذکر کیا گیا۔ نیز اس سیمینار کی اہم بات یہ تھی کہ اس سیمینار کے مہمان خصوصی مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر ومبلغ انچارج گھانا تھے۔ آپ نے 1952ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا تھا۔ اس حوالے سے اس دور کے حالات اور بزرگ اساتذہ کا آپ نے تفصیلی اور ایمان افروز ذکر فرمایا۔

اس سلسلے کا تیسرا سیمینار ماہ جولائی میں بعنوان ”وقف زندگی کی اہمیت اور واقفین کی ذمہ داریاں“ منعقد کیا گیا۔ اس سیمینار میں غانا جماعت کے معزز اور تجربہ کار عہدیداران اور سینئر سرکٹ مشنریز کو مدعو کیا گیا جنہوں نے طلباء کو اس موضوع پر اپنے ذاتی تجربات اور دیگر بزرگان سلسلہ کے ایمان افروز واقعات بتائے۔ اور اس موضوع پر احسن رنگ میں اپنے موقف کو بیان کیا۔

جامعہ احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کے حوالے سے جامعہ احمدیہ گھانا کو جامعہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ گھانا کی تاریخ پر مبنی ایک خوبصورت سووینئر (Souvenir) بھی شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اس سووینئر کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی پیغام بھی بھجوایا تھا جو اس سووینئر کے بالکل شروع میں شامل کیا گیا ہے۔

نیز طلباء جامعہ احمدیہ گھانا کے مابین ایک مضمون نویسی کا مقابلہ بعنوان ”تاریخ جامعہ احمدیہ“ بھی منعقد کیا گیا۔ نیز مرکز کی ہدایت کے مطابق ایک مقابلہ تقریر ”جماعت احمدیہ کی خدمت قرآن“ اور ”جماعت احمدیہ دعوت الی اللہ کے میدان میں“ کے موضوع پر منعقد کیا گیا۔ ان مقابلہ جات میں اول دوئم اور سوئم آنے والے طلباء کو مکرم امیر ومبلغ انچارج صاحب گھانا نے سالانہ تقریب تقسیم انعامات کے موقع پر انعامات دئے۔

اسی طرح مورخہ 24/دسمبر کو ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں تاریخ جامعہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ گھانا کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا۔

اختتامی تقریب
بر موقع صد سالہ جوبلی جامعہ احمدیہ
اور دوسری سالانہ تقریب انعامات
جامعہ احمدیہ گھانا

جامعہ احمدیہ کی صد سالہ تقریبات کی اختتامی تقریب مورخہ 24/دسمبر 2006ء کو جامعہ احمدیہ گھانا میں منعقد کی گئی جس کے ساتھ ہی جامعہ احمدیہ گھانا کی دوسری سالانہ تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد بھی کیا گیا۔ اس پروگرام کی تیاریوں کا سلسلہ دو ماہ قبل ہی شروع کر دیا گیا تھا۔ اس تقریب کے صدر مجلس اور مہمان خصوصی مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر ومبلغ انچارج گھانا تھے۔ اس تقریب میں تقریباً 800 احباب نے شرکت کی جن میں نیشنل مجلس عاملہ کے ممبران کے علاوہ تمام مرکزی مبلغین وڈاکٹر صاحبان مع فیملیز، تمام سرکٹ مبلغین، علاقہ کے چیف، احمدیہ سیکنڈری سکولز کے ہیڈ ماسٹرز، معززین علاقہ اور دیگر احباب جماعت نے شرکت کی۔ اسی طرح مکرم الحاج بن صالح (ممبر آف کونسل آف سٹیٹ گھانا) اور سعید کوکوجان (جسٹس ہائی کورٹ آف گھانا) اور ڈسٹرکٹ چیف ایگزیکٹو سنٹرل ریجن نے بھی شرکت کی۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہو جس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد خاکسار حمید اللہ ظفر، پرنسپل جامعہ احمدیہ گھانا نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب گھانا نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے دو خصوصی پیغامات پڑھ کر سنائے۔ دیگر مقررین میں الحاج حسن بن صالح (ممبر کونسل آف سٹیٹ)، مکرم مولوی محمد یوسف یاسن صاحب ریجنل مشنری برانگ اہافو وسابق پرنسپل جامعہ احمدیہ گھانا اور مکرم ابراہیم ایڈوسی صاحب سینئر سرکٹ مشنری شامل تھے جنہوں نے اپنے خطابات میں وقف زندگی کی اہمیت کو اجاگر کیا اور جامعہ احمدیہ گھانا کی کارکردگی کو سراہا۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب گھانا نے دوران سال علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات تقسیم کئے۔ تعلیمی لحاظ سے عزیزم الحسن کیرے کو بہترین طالبعلم کی شیلڈ دی گئی۔ اسی طرح بہترین طالبعلم برائے علمی مقابلہ جات عزیزم عبدالعزیز احمد ابانگ اور بہترین کھلاڑی عزیزم ابراہیم ابان قرار پائے۔ جبکہ دوران سال علمی و ورزشی مقابلہ جات میں امانت گروپ اول رہا۔ جس کی ٹرافی گروپ کے نگران استاد مکرم حافظ سید مشہود احمد صاحب اور سیکرٹری عزیزم احمد ابراہیم فورسن نے وصول کی۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب گھانا نے جامعہ احمدیہ کے کامیاب ہونے والے 18 طلباء میں سرٹیفکیٹس بھی تقسیم کئے۔ دعا کے بعد تمام حاضرین کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

اس تقریب کا ذکر گھانا کے سب سے بڑے اخبار ”ڈیلی گرافکس“ نے اپنی 19/جنوری 2007ء کے شمارہ میں تصویر کے ساتھ شائع کیا۔

آخر میں تمام قارئین کی خدمت میں عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھی اساتذہ مکرم فضل احمد مجوکہ صاحب، مکرم عمر فاروق یحیٰ صاحب، مکرم حافظ سید مشہود احمد صاحب اور مکرم الحسن عطا ونیچی صاحب (لوکل استاذ برائے انگریزی) کو اس مبارک ادارے سے نیک، متقی اور باعمل مبلغین اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو حقیقی معنوں میں اسلام اور احمدیت کی سربلندی کا موجب ہوں۔ آمین

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔
(مینجر)

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

تعلیم الاسلام

جماعت احمدیہ کا تعلیمی نظام ۔ ایک خدائی تحریک

(مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان سے تعلیم الاسلام کالج اور نیو کیمپس تک)

(محمد شریف خان ۔ فلاڈلفیا، امریکہ)

دوسری اور آخری قسط

کالج کا لاہور میں قیام

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کالج کے فوری اجراء کے بارے میں فکر مند تھے۔ آپ نے مکرم چوہدری محمد علی صاحب کو کالج کا قائم مقام پرنسپل مقرر فرمایا۔ اور کالج کمیٹی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سرکردگی میں مقرر فرمائی جس کے ممبران مکرم ڈاکٹر عبدالواحد صاحب، مکرم فضل الرحمٰن صاحب فیضی اور چوہدری محمد علی صاحب تھے اور انہیں فنڈ اکٹھے کرنے اور جلد سے جلد کالج کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کرنے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، صوفی بشارت الرحمٰن صاحب اور میاں عطاء الرحمٰن صاحب کو فوری طور پر قادیان سے لاہور پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔

کالج کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق جماعت کے کمزور مالی حالات کے پیشِ نظر فنڈز کی اپیل کرنا جماعت کو مزید مشکلات میں ڈالنا تھا۔ چونکہ سرِ دست کوئی مناسب عمارت بھی دستیاب نہیں تھی اس لئے کمیٹی نے کالج نہ کھولنے کی سفارش کی اور مشورہ دیا کہ طلباء کو لاہور کے کسی ایک کالج میں داخلہ لینے کی ہدایت کی جائے جس سے ان کی نگرانی کی جاسکے گی۔

کمیٹی کی اس درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بڑے جوش سے فرمایا: ”آپ کو پیسوں کی کیوں فکر پڑی ہوئی ہے۔ کالج چلے گا اور کبھی بند نہیں ہو گا“۔ ساتھ ہی مکرم چوہدری محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: ”آسمان کے نیچے پاکستان کی سرزمین میں جہاں کہیں بھی جگہ ملتی ہے، لے لو اور کالج شروع کرو۔“ اس ارشاد کے تحت کالج کمیٹی کے نمائندگان نے لاہور کے علاوہ ایمن آباد، گوجرانوالہ، کوٹ سہرا، راولپنڈی، لائیلپور، سانگلہ ہل، ملتان اور ڈیرہ غازی خان کا دورہ کیا، مختلف عمارات دیکھیں مگر کسی نہ کسی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ اس دوران جودھامل بلڈنگ لاہور کے پاس سیمنٹ بلڈنگ میں کالج آفس عبدالرحمٰن جنید ہاشمی صاحب کے سربراہی میں قائم کر دیا گیا۔ جہاں ہاشمی صاحب مرحوم اور ان کے دو ساتھیوں نے فرنیچر مہیا نہ ہونے کے باعث فرش پر بیٹھ کر طلباء کا داخلہ کرنا شروع کر دیا۔ ساٹھ طلباء کا داخلہ ہوا جن میں اکثریت قادیان سے آنے والے طلباء کی تھی۔

اس دوران محکمہ بحالیات پنجاب نے ایک خستہ حال عمارت 37 کینال پارک لاہور، کالج کے لئے الاٹ کر دی۔ یہ عمارت اپنے بیرک نما تنگ کمروں اور نیچی چھتوں کے باعث اغلباً ڈیری فارم یا مرغی خانے کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہوگی۔ ساٹھ طلباء کے لئے اس بے سروسامانی کے دور میں مناسب فرنیچر مہیا کرنا مشکل تھا۔ طلباء چٹائیوں پر دو رویہ بیٹھ کر لیکچر سنتے۔ وہیں نماز پڑھتے، کھانا کھاتے اور سو جاتے۔ گویا کہ بیرک نما عمارت طلباء کے لئے بیک وقت کالج، مسجد اور ہوسٹل تھی۔

آخر کار محکمے نے ڈی اے وی کالج کی تباہ حال عمارت کالج کے لئے الاٹ کر دی۔ اس سے قبل یہ عمارت مہاجرین کی فرودگاہ کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ عمارت کی کھڑکیاں، دروازے آگ جلانے میں استعمال کر لئے گئے تھے۔ شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ لائبریری کے کتب یا تو لوٹ لی گئیں تھی یا جلا دی گئی تھیں۔ کلاس رومز کی طرز پر بنے ہوئے کمروں کے وسط میں ٹوٹے ہوئے شیشوں، مٹی اور پتھروں کے ڈھیر تھے۔ کالج انتظامیہ نے صفائی وقارِ عمل اور کثیر رقم خرچ سے کمروں کو استعمال کے قابل بنایا۔ ہزاروں روپے خرچ کر کے لائبریری میں کتب فراہم کی گئیں۔ فرنیچر اور لیبارٹری کے سامان کی خرید ہوئی۔ کالج کا ایک حصہ ہوسٹل کے لئے تیار کیا گیا۔

کالج کے نمایاں شاندار نتائج

باوجود ان تمام عملی مشکلات کے چند ماہ میں ہی کالج میں طلباء کی تعداد 60 سے 267 تک پہنچ گئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل کی سرگردگی میں یونیورسٹی کے امتحانات میں کالج کے نتائج ہر سال قابلِ رشک رہے، یونیورسٹی کے 39.8 فیصد کے مقابل کالج کا نتیجہ 83.3 فیصد رہا۔ اس طرح تعلیم الاسلام کالج کچھ ہی عرصے میں لاہور کے چند اچھے خیال کئے جانے والے کالجوں کے مقابلہ پر آ گیا۔

کالج اپنی غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی شاندار رہا۔ کالج یونین کے علاوہ عربک، اکنامکس، سائنس، فوٹو گرافک اور ریڈیو سوسائٹیاں مصروفِ عمل تھیں۔ جبکہ کھیل کے میدان میں فٹ بال، والی بال، تیراکی کی ٹیمیں کالج کی نیک نامی کا باعث تھیں۔ انتظامیہ کی کارکردگی کی خوش اسلوبی کے باعث کچھ ہی عرصے میں کالج نہ صرف لاہور بھر میں بلکہ اردگرد کے علاقوں میں مشہور ہوگیا۔ اکنامکس سوسائٹی کے زیر انتظام مجلّہ ”ینگ اکنا مسٹ“ کا اجراء ہوا جو 1950ء میں ”المنار“ کے نام سے کالج کے مستقل جریدے کے طور پر چھپنا شروع کیا۔ محترم پرنسپل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ”المنار“ کے اجراء پر اپنے ولولہ انگیز پیغام میں فرمایا:

" With trust in God and Faith in the ultimate triumph of your Mission March on!"

یعنی خدا تعالیٰ پر یقینِ محکم اور ایمانِ کامل کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول اور آخری فتح کے لئے بڑھے چلو۔

فروری 1950ء میں کالج کی پہلی All Pakistan intercollegiate debates منعقد ہوئیں۔ اور کالج کے debators نے اپنا لوہا خوب منوایا۔ اور دوسرے مقامی کالجوں کے مقابلوں میں حصہ لے کر انعامات حاصل کئے۔

تعلیم الاسلام کالج کا پہلا جلسہ تقسیمِ اسناد

2/اپریل 1950ء کے دن کالج کی پہلی کانوکیشن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیرِ صدارت کالج حال میں منعقد ہوئی آپ نے فارغ ہونے والے طلباء کو درجِ ذیل زرّیں نصائح سے نوازا:۔

❁ ”یہ نہ سمجھو کہ اب تعلیم مکمل ہوگئی ہے، بلکہ اپنے علم کو باقاعدہ مطالعہ سے بڑھاتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق سکون حاصل کرنے کی بالکل کوشش نہ کرو، بلکہ ایک نہ ختم ہونے والی جدّ وجہد کے لئے تیار ہو جاؤ اور قرآنی منشاء کے مطابق اپنا قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہو۔

❁ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ وہ آپ کو صحیح کام کرنے، اور صحیح وقت پر کام کرنے اور صحیح ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کام کے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرے۔

❁ یاد رکھو کہ تم پر صرف تمہارے نفس ہی کی ذمہ داری نہیں۔ تم پر اس ادارے کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ اور اُس خاندان کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہاری تعلیم پر خرچ کیا۔ خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ، اور اس ملک کی بھی ذمہ داری ہے کہ جس نے تمہاری تعلیم کا انتظام کیا۔ اور پھر تمہارے مذہب کی بھی ذمہ داری ہے۔

❁ تمہارے تعلیمی ادارے کی جو تم پر ذمہ داری ہے وہ چاہتی ہے کہ تم اپنے علم کو زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھے طور پر استعمال کرو۔ یونیورسٹی کی تعلیم مقصود نہیں ہے وہ منزلِ مقصود کو طے کرنے کے لئے پہلا قدم ہے۔ یونیورسٹی تم کو جو ڈگریاں دیتی ہے وہ اپنی ذات میں کوئی قیمت نہیں رکھتیں بلکہ ان ڈگریوں کو تم اپنے آئندہ عمل سے قیمت بخشتے ہو۔

❁ ڈگری صرف تعلیم کا ایک تخمینی وزن ہے۔ ایک تخمینی وزن ٹھیک بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے۔ محض کسی یونیورسٹی کے فرض کر لینے سے کہ تم کو علم کا ایک تخمینی وزن حاصل ہوگیا ہے تم کو علم کا وہ فرضی درجہ نصیب نہیں ہوسکتا جس کے اظہار کی یونیورسٹی ڈگری کے ساتھ کوشش ہوتی ہے۔ اگر ایک یونیورسٹی سے نکلنے والے طالب علم اپنی آئندہ زندگی میں یہ ثابت کریں کہ جو تخمینی وزن ان کے تعلیم کا یونیورسٹی نے لگایا تھا ان کے پاس اس سے بھی زیادہ وزن کا علم موجود ہے۔ تو دنیا میں اس یونیورسٹی کی عزت اور قدر قائم ہو جائے گی۔ لیکن ڈگریاں حاصل کرنے والے طالب علم اپنی بعد کی زندگی میں یہ ثابت کر دیں کہ تعلیم کا جو تخمینی وزن ان کے دماغوں میں فرض کیا گیا تھا ان میں اس سے بہت کم درجے کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ تو یقیناً لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ یونیورسٹی نے علم کی پیائش کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔

❁ تمہیں یاد رکھنا چاہئے کی یونیورسٹیاں اتنا طالب علم کو نہیں بناتیں جتنا کہ طالب علم یونیورسٹیوں کو بناتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لو کہ ڈگری سے طالب علم کی عزت نہیں ہوتی ہے۔ پس تمہیں اپنے پیمانہءِ علم کو درست رکھنے بلکہ اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اپنے کالج کے زمانہ کی تعلیم کو اپنی عمر کا پھل نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اپنے علم کو کھیتی کا بیج تصور کرنا چاہئے اور تمام ذرائع سے کام لے کر اس بیج کو زیادہ سے زیادہ بارآور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے تاکہ اس کوشش کے نتیجے میں اُن ڈگریوں کی عزت بڑھے جو تم آج حاصل کر رہے ہو......اور تمہاری قوم تم پر فخر کرنے کے قابل ہو۔

❁ تم ایک نئے ملک کے شہری ہو۔ دُنیا کی بڑی مملکتوں میں سے بظاہر ایک چھوٹی سی مملکت کے شہری ہو۔ تمہارا ملک مالدار ملک نہیں ہے، ایک غریب ملک ہے۔ دیر تک ایک غیر حکومت کی حفاظت میں امن اور سکون سے رہنے کے عادی ہو چکے ہو۔ سو تمہیں اخلاق اور کردار بدلنے ہوں گے۔ تمہیں اپنے ملک کی عزت اور ساکھ دنیا میں قائم کرنی ہوگی۔

❁ تمہیں اپنے ملک کو دُنیا میں روشناس کرانا ہوگا، ملکوں کی عزت کو قائم رکھنا بھی ایک بڑا دشوار کام ہے۔ لیکن ان کی عزت کو بنانا اس سے بھی دشوار کام ہے اور یہی دشوار کام تمہارے ذمہّ ڈالا گیا ہے۔

❁ تم ایک نئے ملک کی نئی پود ہو۔ تمہاری ذمہ داریاں پُرانے ملکوں کی نئی نسلوں سے بہت زیادہ ہیں۔ انہیں ایک بنی ہوئی چیز ملتی ہے۔ انہیں آباء و اجداد کی سنتیں یا روایتیں وراثت میں ملتی ہیں۔ مگر تمہارا یہ حال نہیں ہے۔ تم نے ملک بھی بنانا ہے اور تم نے نئی روایتیں بھی قائم کرنی ہیں۔ ایسی روایتیں جن پر عزّت اور کامیابی کے ساتھ آنے والی بہت سی نسلیں کام کرتی چلی جائیں اور ان روایتوں کی راہنمائی میں اپنے مستقبل کو شاندار بناتی چلی جائیں۔

❁ دوسرے ملکوں کے لوگ ایک اولاد ہیں مگر تم اسکے مقابلے پر ایک باپ کی حیثیت رکھتے ہو۔ وہ اپنے کاموں میں اپنے باپ دادوں کو دیکھتے ہیں۔ تم نے اپنے کاموں میں آئندہ نسلوں کو مدّنظر رکھنا ہے۔

❁ بے شک یہ کام مشکل ہے لیکن اتنا شاندار بھی ہے۔ اگر تم اپنے نفسوں کو قربان کر کے پاکستان کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دو گے تو تمہارا نام اس محبت اور عزت سے لیا جائے گا جس کی مثال آئندہ آنے والوں میں نہیں پائی جائے گی۔

❁ پس مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی نئی منزل پر عزم، استقلال اور علوّ حوصلہ سے قدم مارو۔ قدم مارتے چلے جاؤ اور اس بات کو مدّنظر رکھتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جاؤ کہ عالی ہمت نوجوانوں کی منزلِ اوّل بھی ہوتی ہے اور منزلِ دوم بھی ہوتی ہے، منزلِ سوم بھی ہوتی ہے لیکن آخری منزل کوئی نہیں ہوا کرتی......اُن کی منزل کا پہلا دور اسی وقت ختم ہوتا ہے جبکہ وہ کامیاب اور کامران ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی خدمت کی داد اُس سے حاصل کرتے ہیں، جو ایک ہی ہستی ہے جو کسی کی خدمت کی صحیح داد دے سکتی ہے۔

❁ پس اے خدائے واحد کے منتخب کردہ نوجوانو! اسلام کے بہادر سپاہیو! ملک کی اُمید کے مرکزو! قوم کے سپوتو! آگے بڑھو کہ تمہارا خدا، تمہارا دین، تمہارا

ملک اور تمہاری قوم محبت اور امید کے مخلوط جذبات سے تمہارے مستقبل کو دیکھ رہے ہیں''۔

(الفضل 5/ اپریل 1950ء)

حاسدین کی کارروائیاں

جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اساتذہ کی محنت کے باعث کالج روز افزوں ترقی کر رہا تھا اور اکثر اہالیانِ لاہور جماعت کے شکر گزار تھے کہ جماعت نے ان کے بچوں کے لئے ایک مثالی ادارہ مہیا کیا ہے وہاں جماعت کے معاندین حسد کی آگ میں جلے جا رہے تھے۔ ہر وقت ٹوہ میں لگے رہتے کہ کوئی بہانہ ہاتھ لگے اور کالج انتظامیہ اور طلباء کی پریشانی کے لئے کوئی نہ کوئی مسئلہ پیدا کرتے رہیں۔ پہلے تو کوشش رہی کہ ڈی اے وی کالج کی عمارت کی الاٹمنٹ کو کینسل کرائیں۔ پھر بسوں کے ذریعے آنے جانے والے طلباء کو رستوں میں تنگ کرتے۔ جبکہ احمدی خدا تعالیٰ کی تواتر سے ظاہر ہونے والی تائیدات اور انعامات پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ کالج کے لئے سماجی، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے حالات دن بدن دگرگوں کیئے جا رہے تھے۔ اور انتظامیہ در پردہ تخریب کاروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔

1953ء کا پُر آشوب زمانہ اور کالج کے حالات

1953ء کا سال پاکستان کی تاریخ کے سیاہ ترین سالوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس سال سیاسی جماعتوں کی باہمی کشمکش کو سیاسی شاطروں نے مذہبی رنگ دے کر جماعتِ احمدیہ کے خلاف موڑ دیا تھا۔ جماعت کے خلاف اشتعال انگیزی کرنے کے علاوہ مولویوں نے اپنے پیروردوں کو توڑ پھوڑ کے علاوہ احمدی املاک کو شدید نقصان پہنچانے پر اکسایا۔ سراسر ظلم کرتے ہوئے ظالموں نے محترم مستری نذر محمد صاحب محلہ پڑنگاں، بھاٹی گیٹ کے جواں سال خوش مزاج بیٹے جمال احمد (جو تعلیم الاسلام کالج کے ایف ایس سی کے طالب علم تھے) کو بڑی بے دردی سے چھریاں مار مار کر شہید کر دیا۔ (شہید جمال احمد اللہ تعالیٰ کی مشیت سے تعلیم الاسلام کالج کے دوسرے شہید کا مرتبہ پا کر امر ہو گئے)۔ پولیس یہ تمام شیطانی کارروائیاں موقع پر موجود ہوتے ہوئے بھی کھڑی دیکھتی رہتی۔ جب حالات حد سے باہر ہو گئے تو جنرل محمد اعظم خان (جو اس وقت لاہور کے جی او سی تھے) نے لاہور اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں مارشل لاء کا اعلان کر دیا۔ حکومت نے مولویوں کو خوش کرنے کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کو چھوٹے سے بہانے کی بنا پر کچھ عرصہ کے لئے حراست میں لے لیا۔

الغرض ان حالات میں جماعت کے لئے لاہور میں کالج چلانا مشکل ہو گیا تھا۔ ان تمام خطرات کو پہلے سے بھانپتے ہوئے جماعت لاہور سے باہر مستقل مرکز قائم کرنے کے لئے قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی جگہ کے انتخاب کے لئے سرگرداں تھی۔ خلیفہ وقت اور جماعت خدا تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں لگے ہوئے تھے۔

ربوہ میں مرکز کا قیام اور کالج کا افتتاح

آخر کار خدا تعالیٰ کی خاص تائیدات سے 1948ء میں دریائے چناب کے دائیں کنارے پر واقع ایک وسیع قطعہ اراضی جماعت کے مستقل مرکز کے قیام کے لئے خرید لیا گیا۔ حضورؓ نے 1953ء میں کالج اور ہوسٹل کی عمارات کا سنگِ بنیاد رکھا اور عمارات کی ہنگامی طور پر تعمیر شروع ہو گئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل کی شب و روز نگرانی میں 1954ء تک تعمیرات مکمل ہو گئیں۔ کالج لاہور سے اپنی نئی شاندار عمارات میں منتقل ہو گیا اور 6/دسمبر 1945ء کے تاریخی دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تعلیم الاسلام ربوہ کا افتتاح فرمایا۔ حضور نے اپنے خطاب میں کالج میں داخلہ لینے والے طلباء کی آگاہی کے لئے کالج انتظامیہ کی پالیسی کی وضاحت فرمائی جس کے چیدہ چیدہ نقاط درج ذیل ہیں:۔

❁ تمہیں جو تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ دیا گیا ہے تو اس مقصد کے ماتحت کہ تم دین کے ساتھ دنیوی علوم بھی سیکھو۔

❁ اگر تم اس نیت سے نہیں آئے کہ اسلام کی تعلیم سیکھو، میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اب یہ نیت کر لو کہ تم نے اسلام کی تعلیم سیکھنی ہے۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ تم اسلام کی تعلیم سیکھو تو میرا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ تم احمدیت کی تعلیم سیکھو۔ ہمارے نزدیک تو اسلام اور احمدیت میں کوئی فرق نہیں۔ احمدیت حقیقی اسلام کا نام ہے۔ لیکن اگر تمہیں ان دونوں میں کچھ فرق نظر آتا ہے تو تم وہی سیکھو جسے تم اسلام سمجھتے ہو۔ اگر انسان کرتا کچھ اور کہتا کچھ اور ہے، تو وہ غلطی کرتا ہے۔

❁ تم کسی بھی فرقے سے تعلق رکھو ہمیں اعتراض نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے جو کچھ تم مانتے ہو اس پر عمل کرو۔ کیونکہ نیکی کا پہلا قدم یہی ہے کہ انسان اپنے مذہب پر عمل کرے۔

❁ اپنے عقائد کے مطابق عمل کرو۔ اگر کوئی پروفیسر تمہیں کسی احمدی امام کے پیچھے نماز کے لئے مجبور کرتا ہے تو تم اس کا مقابلہ کرو اور میرے پاس بھی شکایت کرو۔ میں اس کے خلاف ایکشن لوں گا۔ لیکن اگر وہ تمہیں کہتا ہے کہ تم نماز پڑھو تو یہ تمہارے moral code کے خلاف نہیں اور اسے کا نماز پڑھنے کی تلقین کرنا religeous interference نہیں۔

❁ مذہب میں دخل اندازی کا کسی کو حق نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ مذہب میں مداخلت کرنا انسان کو منافق بناتا ہے، مسلمان نہیں بناتا۔

❁ اس کالج میں اگر کوئی ہندو بھی داخل ہونا چاہے تو ہمارے کالج کے دروازے اس کے لئے کھلے ہیں۔ لیکن وہ بھی اس بات کا پابند ہوگا کہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرے۔

❁ یہ کالج تعلیم الاحمدیہ کالج نہیں، تعلیم الاسلام کالج ہے، اور اسلام ایک وسیع لفظ ہے۔ کوئی code of morality جس کو علماء اسلام نے کسی وقت تسلیم کیا ہو یا اب تسلیم کر لیں وہ اسلام میں شامل ہے۔

❁ یہ تعلیم الاسلام کالج ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ کالج تمہیں عملی مسلمان بنا دے گا اور یہی اس کالج کو قائم کرنے کی غرض ہے''۔

(روزنامہ الفضل 6/ دسمبر 1955ء)

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا سٹاف

1944ء میں کالج کے قیام سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کالج کے لیکچرار طلباء کو وقف کی تحریک کریں تا کہ مستقبل میں تعلیم الاسلام کے تربیت یافتہ فارغ التحصیل طلباء ایف اے، ایم ایس سی کرنے کے بعد کالج میں احسن طور پر طلباء کی تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کر سکیں۔ چنانچہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا سٹاف، سوائے چند کے، کالج سے فارغ التحصیل طلباء پر مشتمل تھا۔ (فہرست کے لئے ملا حظہ ہو "النحل" شمارہ 1، جلد 17، 2006ء)۔ کالج کے کئی اساتذہ نے اپنے مضامین میں Ph.D. کیا جن میں مکرم ڈاکٹر سید سلطان محمود صاحب شاہد (کیمسٹری)، مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب (فزکس)، مکرم ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پرویز پروازی (اردو)، اور مکرم ڈاکٹر محمد شریف خان (زوالوجی)۔ کالج کے بعض اساتذہ خاص طور پر مکرم پروفیسر میاں عطاء الرحمان صاحب فزکس جیسے دقیق مضمون کو اپنے مخصوص پڑھانے کے اسلوب کے باعث ارد گرد کے کالجوں میں مشہور تھے۔ جہاں سے طلباء آ کر ان کی کلاسیں attend کرتے اور فائدہ اٹھاتے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے کالج میں ایف اے، ایف ایس سی اور بی اے کی کلاسیں 1954ء سے ہی شروع تھیں۔ 1962ء میں بی ایس سی فزکس، باٹنی اور زوالوجی کی کلاسوں کا آغاز ہوا۔ تجربات کے لئے فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی کی لیبارٹریاں جدید ترین سامان سے آراستہ تھیں اور ان میں ہر قسم کی سہولتیں میسر تھیں۔ کالج کا بیالوجی میوزیم بے شمار محفوظ شدہ جانوروں اور پودوں کے باعث اپنے ارد گرد کے تمام کالج کے museum میں منفرد تھا۔ کالج کا وسیع حال اور گیلری مضبوط جدید ڈیزائن پر تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ عام اجلاسات کے لئے chemistry theater کا وسیع ہال میسر تھا۔ کیمسٹری لیبارٹری کے لئے گیس پلانٹ مہیا تھا۔ ہر شعبہ میں لیکچر روم، لیکچر تھیٹر، سٹور اور لیبارٹری مہیا تھی جن میں بورڈ اور یونیورسٹی کے سلیبس کے مطابق تجربات کے لئے سامان وافر تعداد میں موجود تھا۔

کالج کیمپس میں زیرِ زمین پانی تقریباً مفقود تھا۔ اگر کہیں تھا تو اتنا نمکین کہ استعمال کے قابل نہیں تھا چہ جائیکہ سائنسی تجربات یا انسانی استعمال کے قابل ہوتا۔ کالج کیمپس سے تقریباً دو تین سو میٹر دور میٹھے پانی کے کنوئیں سے زیرِ زمین پائپ میں پانی force pump کے ذریعے overhead tanks میں ڈالا جاتا تھا۔ جس کی بدولت کالج کیمپس میں تھوڑی بہت ہریاول نظر آتی تھی۔ کالج انتظامیہ کی شجر کاری کی تمام کوششوں کے باوجود صرف پانی کے نلوں کے پاس سفیدے کے درخت نظر آتے تھے۔ کلر شدہ زمین، پانی کی قلت اور موسمِ گرما کی شدت کے آگے کچھ پیش نہ جاتی۔

لائبریری

کالج لائبریری اردو اور انگریزی کی مشہور ادبی اور سائنسی کتب سے بھری پڑی تھی۔ مشہور اردو اور انگریزی مجلّے اور روزانہ اخبارات باقاعدگی سے مہیا تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی قیمتی کتب کا ذخیرہ لائبریری کا اہم حصہ تھا۔ اسی طرح تمام جماعتی کتب اور رسائل مہیا تھے۔

پوسٹ گریجویٹ کلاسز

ایم اے عربی کی کلاسز 1962ء کے تعلیمی سال سے شروع ہوئیں۔ اور اپنے بہترین نتائج کے باعث پنجاب بھر میں مشہور تھیں۔ 1968ء میں ایم ایس سی فزکس کی کلاسوں کا آغاز ہوا۔

کالج کیمپس کی دوسری عمارات

پرنسپل ہاؤس، سپرنٹنڈنٹ ہاؤس، گیسٹ ہاؤس، ٹک شاپ، ہوسٹل کی عمارات کے علاوہ ہوسٹل کارکنان کے کوارٹرز شامل تھے۔

فضل عمر ہوسٹل

کالج کے افتتاح کے دن جب حضورؓ فضلِ عمر ہوسٹل کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے ہوسٹل کی visitor book میں درج ذیل عبارت اپنے قلم سے رقم فرمائی:۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بے سروسامانی میں کالج کے سامانوں کو مہیا کیا اور بے گھروں کو گھر دیا۔ اب دعا ہے کہ جس طرح اس دنیا کا علم دیا اگلے جہان کا علم بھی دے۔ اور جس طرح اس جہان کا گھر دیا اگلے جہان کا اچھا گھر بھی بخشے اور اس کالج میں پڑھنے والے سب طلبہ کو اپنی رضا پر چلنے، اپنا فرض ادا کرنے اور ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق بخشے''۔

(سالانہ رپورٹ تعلیم الاسلام کالج 55-1954ء)

فضل عمر ہوسٹل کی وسیع و عریض عمارت چار wings پر مشتمل تھی۔ مسجد، میس حال، باورچی خانہ، کامن روم، ڈسپنسری، دفتر اور سپرنٹنڈنٹ آفس کے علاوہ ڈیڑھ سو سے زائد ڈارمیٹریاں جن میں چھ سے آٹھ لڑکوں کے ٹھہرنے کی گنجائش تھی اور پندرہ کیوبیکلز تھے۔ کامن روم میں مختلف انڈور کھیلیں اور دو تین اردو انگریزی اخبار روزانہ مہیا تھے۔ کامن روم نمازِ عصر کے بعد کھلتا اور مغرب کی نماز سے پہلے بند ہو جاتا۔ کامن روم کی سالانہ کھیلیں اور ہوسٹل کا سالانہ function یادگاری سالانہ event تھے، جن کا انتظار اور انتظامات عرصہ پہلے شروع ہو جاتے۔ اور طلباء بھرپور حصہ لیتے۔ ان پروگراموں کی جان مزاحیہ خاکوں کا تذکرہ سارا سال ہوتا رہتا۔

نیو کیمپس

اب اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نازل ہونے کا وہ سنہری دور آ گیا جس کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قائم فرمودہ ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' آہستہ آہستہ

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

یونیورسٹی کی شکل دھار رہا تھا (جیسے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے کالج کے افتتاح 28/مئی 1903ء کو اپنی تقریر میں امید ظاہر کی تھی) عرصہ سے ایم ایس سی فزکس کی کلاسیں شروع کرنے کی تجویز کالج انتظامیہ کے زیرِ غور تھی۔ اسی دوران سن 62-1961 میں محکمانہ طور پر ڈگری اور انٹر کلاسوں کو الگ کرنے کی تجویز ہوئی۔ تعلیم الاسلام کالج کی عمارت پہلے ہی انٹر اور ڈگری کلاسوں کے لئے چھوٹی پڑ رہی تھی۔ چہ جائیکہ پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کی متحمل ہوسکتیں۔ کالج سے مغرب کی طرف تقریباً ایک میل دور دریا کے قریب زمین کا ایک وسیع قطعہ پر پوسٹ گریجویٹ کیمپس کی تعمیر شروع ہوئی۔ فزکس wing کی تیاری کے ساتھ ہی عمارت میں ایم ایس سی کی کلاسوں کا آغاز ہوگیا۔ کیمسٹری، باٹنی اور زوالوجی کے wings کی تعمیر شروع ہوا ہی چاہتی تھی کہ قومیائے جانے کے عفریت نے پاکستان کے تعلیمی نظام پر پنجے گاڑ لئے اور سب تعلیمی ترقی کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بُرا ہو غلط سوچ اور تعصب کا، اب کالج کے نئے کیمپس کی عظیم عمارت عدم توجہی کے باعث آہستہ آہستہ منہدم ہو رہی ہے۔

کالج کی بعض یادگار غیر نصابی سرگرمیاں

تابناک تعلیمی ریکارڈ کے ساتھ ساتھ تعلیم الاسلام کالج سے وابستہ بعض روایات کالج کی پہچان کے طور پر کالج کے ہر گزشتہ طالبعلم کی زندگی کی حسین ترین یادوں کا حصہ ہیں۔

❁ ......**قرآن کریم کی تعلیم:** کالج کے نصاب میں قرآنِ کریم کا ترجمہ اور مختصر تفسیر شامل تھی جس کی تدریس ممتاز علماء کے سپرد رہی جو طلباء کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کا جواب دیتے۔

❁ ...... **سالانہ بین الکلیاتی مباحثات:** تعلیم الاسلام کالج کا تعلق ایک علم دوست جماعت کے ساتھ تعلق تھا، جس کے بانی حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''مَیں ان مسلمانوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علومِ جدیدہ کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لیئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علومِ جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں کیونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 43)

چنانچہ حضورؑ کے اس ارشاد کی روشنی میں کالج کا سارا ماحول اپنے اندر ایک خاص علمی رنگ رکھتا تھا۔ ہر سال تین روزہ بین الکلیاتی مباحثات کا اہتمام ہوتا۔ جس میں پاکستان بھر کے مشہور کالجوں کے مقرر حصہ لیتے۔ پہلا دن اردو، دوسرا انگریزی جبکہ تیسرے دن پنجابی مباحثہ ہوتا۔ شام مشاعرے کی نظر ہوتی۔ شاید پاکستان کا یہ واحد کالج تھا جہاں اوّل آنے والی ٹیم کو طلائی تمغہ عطا کیا جاتا تھا۔ یہ تمام تقریبات بڑے سکون اور اطمینان بھرے ماحول میں منعقد ہوتیں۔

❁ **اردو کانفرنسیں:** اُردو کو شروع سے ہی جماعت احمدیہ کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی کم وبیش تمام تصانیف اردو میں ہیں۔ جماعت ہمیشہ اردو کی ترویج میں کوشاں رہی ہے۔ تعلیم الاسلام کالج کی سرکاری زبان اردو تھی۔ کالج کی انتظامیہ اردو کی ترویج اور اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتی تھی۔ آئے دن مشاعروں کے علاوہ دو آل پاکستان اُردو کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا، پہلی 1964ء، اور دوسری 1967ء میں۔ جن میں پاکستان کے طول وعرض سے نمائندگان شامل ہوئے اور اپنے بلند پایہ مقالات پیش کئے۔ پہلی کانفرنس میں پیش کئے گئے چیدہ چیدہ مقالات ''ذکرِ اردو'' کے عنوان سے چھپ چکے ہیں۔

❁ **کھیلیں:** انسانی زندگی میں ورزش کی اہمیت مسلمہ ہے۔ طالب علمی کی زمانے میں ہلکی پھلکی ورزش ذہنی اور جسمانی نشوونما کے لیئے اہم ہے۔ تعلیم الاسلام کالج اپنے قادیان کے زمانے سے ہی کھیل کے میدان میں سرِفہرست رہا ہے۔ ہاکی، فٹ بال، روئنگ اور کشتی رانی کی ٹیمیں مشہور تھیں۔ کالج کی کشتی رانی کی ٹیم کئی سال مسلسل چیمپین رہی۔

❁ **مضامین کی مجالس:** ہر قسم کے طالب علم کی دلچسپی کے لئے کالج یونین (جسے قائدِ اعظم سوسائٹی کہا جاتا تھا) کے علاوہ ہر مضمون کی اپنی سوسائٹی تھی۔ ہر سال نئے عہدیدار منتخب ہوتے اور سال بھر اجلاسات کا انعقاد ہوتا طلباء تقاریر اور مضامین پڑھتے۔ سال میں سوسائٹیوں کے تحت مختلف مقامات کے معلوماتی دورے ہوتے۔ نصف خرچہ کالج ادا کرتا، جبکہ باقی طلباء مہیا کرتے۔ اکثر باہر سے صاحبانِ علم کو مدعو کیا جاتا جو طلباء کو اپنے فن کے بارے میں خطاب کرتے۔ اور طلباء کے سوالات کا جواب دیتے۔

❁ **نمایاں بہترین نتائج:** جب اس طرح علم کی آبیاری ہو رہی ہو تو ظاہر ہے طلباء کی ذہنی نشوونما پر تو ضرور اس کا مثبت اثر مترتب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال کالج کا کوئی نہ کوئی طالب علم بورڈ اور یونیورسٹی میں position لیتا۔ بعض مضامین میں نتیجہ سو فیصد رہتا۔ مجموعی طور پر کالج کے نتائج کئی فیصد یونیورسٹی کے نتائج سے اوپر ہوتے۔ یونیورسٹی سے affiliated کالجوں میں تعلیم الاسلام کالج منفرد مقام کا حامل تھا۔ کالج کے سنہرے دور کی یادیں کالج کے طلباء کی یادوں اور پنجاب یونیورسٹی کی فائلوں میں محفوظ ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے موجودہ متوحّش حالات

❁ **تعلیم:** 1973ء کی تعلیمی اداروں کو قومیانے کی احمقانہ حرکت نے جہاں ملک کو اقتصادی کساد بازاری میں دھکیل دیا، وہاں تعلیم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ تعلیمی ادارے جب تک اپنے مالکوں کے زیرِ انتظام تھے پڑھائی کا ماحول بہترین تھا، طلباء اور اساتذہ محنت اور لگن سے کام کرتے اور ملک کی خدمت میں اپنا کردار ادا کرتے۔ جونہی تعلیمی اداروں کے اختیارات گورنمنٹ کے سپرد ہوئے بیگانہ مال سمجھ کر ضمیر فروشوں نے اچھے بھلے کام کرتے ہوئے سسٹم کو تہس نہس کر دیا۔ پروفیسر صاحبان اِلّا ماشا اللہ اپنی مرضی سے کالج میں تشریف لاتے، مرضی سے کلاسیں لیتے ہیں۔ پرنسپل کی جرأت نہیں کہ باز پرس کرے، مبادا پروفیسر صاحب کے اکسانے پر اس کے خلاف جلوس نہ نکل جائے۔ اگر کوئی استاد کلاس لے ہی لیتا ہے تو اِلا ماشاء اللہ غیر نصابی گفتگو دل آزار مذہبی گفتگو پر منتج ہوتی ہے۔ طلباء کی دلآزاری پر جب طلباء پرنسپل سے شکایت کرتے ہیں، تو اس کا گھڑا گھڑایا جواب ہوتا ہے ''مَیں کچھ نہیں کرسکتا، اوپر سے یہی حکم ہے''۔ پڑھائی میں عدم دلچسپی کا نتیجہ قدرتی طور پر کالج کے بدترین نتائج پر منتج ہوا ہے۔ نتائج کا گراف بورڈ اور یونیورسٹی کے نتائج سے کہیں کم ہوتا ہے۔ کئی سالوں سے کوئی طالب علم کسی پروفیشنل کالج میں داخلہ نہیں لے سکا! حد یہ کہ کئی مضامین کا نتیجہ صفر رہتا ہے۔

❁ **عمارت کی مخدوش حالت:** کالج کی تعمیر کے وقت کلّر زدہ زمین کا خاص طور پر لحاظ رکھتے ہوئے تعمیر میں احمد نگر سے ٹینکر کے ذریعے میٹھا پانی لا کر استعمال کیا گیا تھا۔ اس احتیاط کے باعث کالج کی عمارات پینتیس چالیس سال تک جبکہ کالج انجمن کے زیرِ انتظام تھا، ٹھیک ٹھاک رہی۔ آخر کار کلّر کا اثر برآمدوں اور کمروں کے فرش کی شکست وریخت سے ظاہر ہونے لگا۔ گورنمنٹ نے ٹھیکیدار کے ذریعے مرمت کروائی جو بمشکل ہفتہ چلی۔ فرش کی اوپری پتلی سی سیمینٹ کی جھلی کے اترتے ہی نیچے سے سیمنٹ اور ریت کا آمیزہ اچھل کر باہر آگیا، چلتے پھرتے طلباء کو ایسا احساس ہوتا کہ پتھریلے صحرا میں گزر رہے ہیں۔ گورنمنٹ کے انجینئروں نے معائنہ کیا، مرمت کا تخمینہ لگوایا، ٹینڈر طلب کئے گئے، منظور ہوئے، مرمت ہوئی، مرمت کا معائنہ ہوا، پاس ہوا، ہزاروں روپے کے بلوں کی ادائیگی ہوئی۔ کیا جادو ہوا، کہ طلباء کا چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا۔ اس دوران چھتوں میں دراڑیں پڑ گئیں، بارش کا پانی بجائے اس کے کہ پرنالوں سے بہتا، کمروں کے اندر تباہی لانے لگا۔ گورنمنٹ پھر حرکت میں آ گئی۔ نتیجہ وہی رہا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ بیالوجی میوزیم کی چھت کی مرمت کے دوران خاکسار ابھی کالج میں تھا۔ چھت ادھڑ رہی تھی نیم دلانہ کوششوں سے بیم کے نہ ٹوٹنے کا بہانہ کیا گیا اور انہیں پر چھت ڈال دی گئی، میرے ریٹائر ہونے تک سیمنٹ کے پلاسٹر کے ٹکڑوں کی بارش ہوتی رہتی تھی۔

اگلے دن الفضل انٹرنیشنل (29/دسمبر تا 4/جنوری 2007ء) میں چھپنے والی خبر سے معلوم ہوا کہ کالج کی تمام عمارت خستہ حال ہونے کے باعث کالج کو کسی اور عمارت میں منتقل کیا جا رہا ہے جس کو بہانہ بنا کر ملاّؤں نے ہنگامہ آرائی کی ہے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

❁ **درخواستِ دعا:** ہمارا ایمان ہے کہ تعلیم الاسلام کالج نے قائم رہنا ہے۔ نہ صرف قائم رہنا ہے، بلکہ یونیورسٹی بن کر انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تعلیم الاسلام کی شاخیں سیرالیون، گھانا، نائیجیریا اور دوسرے ممالک میں قائم ہو چکی ہیں اور دن بدن ترقی پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے ہم یہ پیشگوئیاں جلد سے جلد پوری ہوتی دیکھیں۔ آمین

حضرت مسیحِ زماں علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل اور خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ جماعت احمدیہ کو تعلیمی ادارے قائم کرنے کی توفیق عطا کی ہے، جہاں نونہالانِ جماعت علمی اور ذہنی جلاء پا کر خدمتِ دین کے لئے دنیا بھر میں پھیل کر خدمتِ انسانیت کر رہے ہیں۔ اب ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی کمی، نصرت جہاں اکیڈمی "انٹر کالج" کے طور پر احسن طور پر پوری کر رہی ہے۔ امید ہے یہ ادارہ چند سالوں کے اندر ''ڈگری کالج'' میں ترقی کر کے خدمتِ انسانیت پر کمربستہ نوجوان پیدا کرے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

میری نظر نہیں سوئے کوفہ و بغداد
کریں گے اہلِ نظر نئی بستیاں آباد

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حقیقی مبلّغ احمدیت کا قلمی چہرہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت کے ممبران سے خطاب کرتے ہوئے پُرجلال انداز میں فرمایا:

''ہمیں وہ تیز طرار مبلغ نہیں چاہئیں جو خم ٹھونک کر میدان مباحثہ میں نکل آئیں اور کہیں آؤ ہم سے مقابلہ کرلو۔ ......ہمیں تو وہ چاہئیں جن کی نیچی نظریں ہوں، جو شرم وحیا کے پتلے ہوں، جو اپنے دل میں خوف خدا رکھتے ہوں، لوگ جنہیں دیکھ کر کہیں کہ یہ کیا جواب دے سکیں گے۔

ہمیں ان فلسفیوں کی ضرورت نہیں جو مباحثوں میں جیت جائیں بلکہ ان خادمان کی ضرورت ہے جو سجدوں میں جیت کر آئیں۔ اگر وہ مباحثوں میں ہار جائیں تو سو دفعہ ہار جائیں۔ ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ زبانیں چٹخارہ لیں مگر ہمارے حصہ میں کچھ نہ آئے۔ سر جنبش کریں اور ہم محروم رہیں۔ مَیں مانتا ہوں کہ اس میں بیرونی جماعتوں کا بھی قصور ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ فلاں مبلغ کو بھیجا جائے، فلاں کا آنا کافی نہیں کیونکہ وہ چٹخارہ دار زبان میں بات نہیں کرسکتا۔ یہ صحیح ہے مگر لیڈر وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو پیچھے چلائے نہ کہ لوگ جدھر چاہیں اسے لے جائیں۔

جو شخص تقویٰ وطہارت پیدا کرتا ہے، جو قلوب کی اصلاح کرتا ہے۔ وہی حقیقی مبلغ ہے۔ لیکن جو یہ سمجھے کہ مَیں نوکر ہوں اور جو وہاں جائے جہاں اسے حکم دیا جائے ایسے کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ اسے تو کل اگر کہیں اچھی نوکری مل گئی تو وہاں چلا جائے گا۔

ہمیں وہ مبلغ چاہئیں جو اپنے آپ کو ملازم نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے کام کریں اور اسی سے اجر کے متمنی ہوں۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ ہمارا مبلغ نہیں''۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1936ء صفحہ 35-34)

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

بقیہ: کفّارہ کے بارہ میں کچھ سوالات
از صفحہ نمبر 4

تک؟ یسوع نے اس سے کہا مَیں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستّر بار تک"۔

(متی باب 18 آیات 21-22)

اگر اللہ جل شانہ کی صفات کے برخلاف ہے کہ کسی کا گناہ بغیر سزا دینے کے بخشا جائے تو انسان کو ایسی تعلیم کیوں ملتی ہے کہ تو سات کے ستر مرتبہ تک گویا بے انتہا مرتبہ تک اپنے گنہگاروں کو بلاعوض بخشا چلا جا۔

❀......(28)۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے چرچ کے عقیدہ کفّارہ کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کا رحم گناہگار کو بچانا چاہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا عدل وانصاف اس کی سزا کا متقاضی اور ہرجانہ کی ادائیگی کا طالب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی مزاحمت عدل اور رحم میں نہیں۔ کیونکہ رحم کی صفت عام اور اوّل مرتبہ پر ہے جو صفت عدل پر سبقت رکھتی ہے۔ رحمت عام اور وسیع ہے اور صفت عدل جو سزا دینا چاہتی ہے قانون الٰہی سے تجاوز کرنے کے بعد اپنا حق پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اوّل قانون الٰہی ہو اور قانون الٰہی کی خلاف ورزی سے گناہ پیدا ہو پھر یہ صفت ظہور میں آتی ہے اور اپنا حق پیدا کرتی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اوّل قانون کی خلاف ورزی سے گناہ پیدا نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص قانون الٰہی کے سمجھنے کے قابل نہ ہو جیسے بچہ ہو یا دیوانہ ہو یا از قسم حیوانات ہو اس وقت یہ صفت ظہور میں نہیں آتی۔ پس چرچ نے کفّارہ کے مصنوعی عقیدہ کو چمکانے کے لئے خدا تعالیٰ کی صفت رحم اور عدل میں جو مزعومہ کشمکش تجویز کی ہے اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

❀......(29)۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا کی صفت رحم گنہگار کی سزا کو معاف کرنے کی متقاضی ہے اور اس کے لئے کسی صلیبی کفّارہ کی ضرورت ہے تو انجیل میں جن خبیث روحوں کا ذکر ہے اور شیاطین کا ذکر ہے ان کی نجات کے لئے کون صلیب پر چڑھ کر کفارہ ہوا؟

❀......(30)۔ کفّارہ کی بنیاد اس بات پر رکھی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضا بھی پورا ہو جو انصاف کا متقاضی ہے اور صفت رحم کا تقاضا بھی پورا ہو جو مجرم کو سزا سے بچانے کا تقاضا کرتی ہے۔ مگر چرچ کے پیش کردہ کفّارہ کی صورت میں دونوں صفات پر سخت زد پڑتی ہے۔ رحم کا تقاضا تو یہ تھا کہ مجرم بھی سزا سے بچ جائے مگر کفّارہ کی صورت میں یہ ہوا کہ سب سے زیادہ معصوم اور جرم سے پاک وجود کو بدترین سزا دی گئی۔ اور عدل کا تقاضا تھا کہ انصاف ہو اور مجرم کو سزا ملے جبکہ کفّارہ کی صورت میں مجرم سزا سے بچ گئے اور غیر مجرم کو سزا مل گئی۔ لہذا کفارہ کی صورت میں نہ رحم رہا نہ عدل۔

❀❀❀❀❀

(داعیان الی اللہ کو چاہئے کہ وہ ان سوالات کو اور ان دلائل کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد عیسائیوں کو تبلیغ کے دوران استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ بھٹکے ہوئے عیسائیوں کی آنکھیں کھولے اور انہیں ہدایت دے)۔

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18/مارچ بوقت گیارہ بجے دن مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ (بیگم محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم)** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ 13 مارچ کو ہارٹ اٹیک سے امریکہ میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ 23/دسمبر 1924ء کو جھنگ شہر میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد چوہدری غلام حسین صاحب نہایت مخلص اور دیندار احمدی تھے جو کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے والد مکرم چوہدری محمد حسین صاحب کے بڑے بھائی تھے۔

مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ کی پیدائش سے قبل ان کے والد نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی سواری آئی ہے اور ان کے سامنے آکر رکی ہے۔ اُس میں سے ایک لڑکی باہر آئی ہے اور کہتی ہے: "السلام علیکم"۔ چنانچہ جب آپ پیدا ہوئی ہیں تو اس رؤیا کی بناء پر آپ کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جھنگ اور مگھیانہ کے گورنمنٹ سکولوں میں حاصل کی۔ مڈل کا امتحان قادیان میں پاس کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب قادیان میں خواتین کے لئے دینیات کلاسز کا اجراء فرمایا تو آپ نے اُس میں داخلہ لیا اور رابعہ کلاس تک تعلیم حاصل کی۔

آپ کا نکاح محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے کوئٹہ میں پڑھا اور شادی کی تقریب جھنگ میں 19/اگست 1949ء کو منعقد ہوئی۔ شادی کے ایک ہفتہ بعد محترم ڈاکٹر صاحب کیمبرج کے لئے روانہ ہو گئے۔

دسمبر 1953ء میں آپ اپنی پہلی بیٹی محترمہ عزیزہ صاحبہ کے ساتھ کیمبرج آئیں اور پھر جنوری 1958ء سے لندن میں رہائش کی ابتداء ہوئی۔

1960ء میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے دورہ انگلستان کے دوران لجنہ اماء اللہ کی ازسرنو تشکیل کے لئے الیکشن کروایا گیا تو آپ صدر لجنہ منتخب ہوئیں۔

1960ء سے 1988ء تک تقریباً 28 سال آپ بحیثیت صدر لجنہ، اللہ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو تمام شعبہ جات میں فعال بنانے میں دن رات کوشاں رہیں۔ ہر ایک خاتون اور بچی سے ذاتی تعلق رکھتی تھیں۔ آپ عمدہ انتظامی صلاحیت کی مالک تھیں۔ نہایت باریک بینی سے تربیتی پہلوؤں پر نظر رکھتیں اور اگر کوئی کمزوری دیکھتیں تو نہایت نرمی کے ساتھ، اگلے کو اعتماد میں لے کر علیحدگی میں بڑی فراست کے ساتھ اسے سمجھاتی تھیں۔ لجنہ کا کام کرنے والی خواتین کی ہمیشہ تلاش کر کے ان میں خدمت دین کا جذبہ بیدار کرتیں صدارت کے بعد بھی تادم واپسیں لجنہ اماء اللہ برطانیہ کی عاملہ کی اعزازی ممبر رہیں۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں اور تمام چندہ جات نہایت باقاعدگی سے بروقت ادا کرتی تھیں۔

مرحومہ کو سلسلہ سے والہانہ محبت تھی۔ خلافت سے وفا اور اطاعت کا جذبہ بے حد نمایاں تھا۔ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عاشقانہ تعلق رکھتی تھیں۔

آپ اپنے عظیم شوہر کا اس لحاظ سے بے حد خیال رکھتی تھیں کہ ان کی مصروفیات میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو اور جہاں تک ممکن ہوتا آپ ان کی ممد اور مددگار بنتی تھیں۔ صبر، سادگی اور انکسار ان کی طبیعت کے نمایاں وصف تھے۔ آپ ایک مخلص، باوفا اور غرباء کی ہمدرد نیک خاتون تھیں۔ مرحومہ نے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم اقبال احمد غضنفر صاحب مرحوم مربی سلسلہ)

مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ 10 جنوری 2007 کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحومہ کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو صحابہ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادیؓ اور حضرت حافظ رشن علی صاحبؓ کے خاندان سے ہے۔ آپ انتہائی مہمان نواز، خوش بیان اور پرجوش داعی الی اللہ تھیں۔ اپنے محلّہ میں لجنہ کی عاملہ کی ممبر رہیں۔ کوارٹر تحریک جدید میں رہائش کے دوران آپ کا گھر قرآن کریم کی تدریس کا سب سے بڑا سینٹر تھا۔ جہاں سے ہزاروں بچے قرآن کے نور سے منور ہوئے۔ 1999ء میں خاوند کی وفات اور 2000ء میں اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا۔ پسماندگان میں اکلوتی بیٹی کے علاوہ چار پوتیاں اور تین نواسے یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرم میاں طارق محمود تبسم صاحب

(ابن مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب مرحوم مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ)

مکرم میاں طارق محمود تبسم صاحب 11/ستمبر 2006ء کو لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحوم جماعتی کاموں میں حصہ لیتے اور خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ لین دین کے بہت صاف ستھرے تھے۔ ہر ضرورت مند کی حاجت کا خیال رکھتے۔

(3) مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم ملک غلام احمد صاحب آف کنری۔ سندھ)

مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ 30 جنوری 2007 کو کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحومہ نہایت نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ ان کے ایک بیٹے محترم ملک توقیر احمد صاحب واقف زندگی ہیں اور وکالت مال ثالث ربوہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(4) مکرمہ شریفاں بی بی صاحبہ (اہلیہ مکرم اللہ بخش صاحب سکھانہ باجوہ ضلع گوجرانوالہ)

مکرمہ شریفاں بی بی صاحبہ 19 دسمبر 2006ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے بیٹے مکرم غلام احمد صاحب باجوہ کو اسیر راہ مولا بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ ان کی بڑی خوش بختی تھی کہ انہوں نے باوجود نامساعد حالات کے 2005ء میں اپنے اسی اسیر راہ مولا بیٹے کی تبلیغ سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔

(5) مکرم برہان الدروبی صاحب (آف سیریا)

مکرم برہان الدروبی صاحب لمبی علالت کے بعد 15 مارچ 2007 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم خاموش طبع، زیرک، صائب الرائے اور دیندار شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے بچوں کے احمدیت قبول کرنے پر خوش ہوا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد یہ مزید اچھے ہو گئے ہیں۔ عموماً ہر معاملہ میں اپنے بیٹوں کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت لینے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(6) عزیزم معاذ احمد خان (ابن منصور احمد خان صاحب)

عزیزم معاذ احمد خان 14 فروری 2007 کو 9 سال کی عمر میں امریکہ میں بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم مکرم عبدالرؤوف ناگی صاحب آف نیلا گنبد لاہور کا نواسہ تھا۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے ان کے درجات کو بلند تر فرمائے اور لواحقین کا ان کے بعد خود نگہبان ہو۔ آمین۔

خلافت جوبلی دعائیہ پروگرام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صد سالہ خلافت جوبلی کی کامیابی کے لئے احباب جماعت کو نوافل، روزوں اور دعاؤں کا پروگرام دیا ہوا ہے۔ احباب سے گزارش ہے کہ اس پروگرام کو پابندی سے جاری رکھیں اور ایک دوسرے کو بھی تلقین کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ خلافت کے بابرکت سایہ کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

DEAN MANSON SOLICITORS

We specialise in Immigration & Nationality law; Commercial, Media & Entertainment, Conveyancing, Employment, Family & Ancillary Proceedings, Criminal & Civil Litigation

CONTACT

MUZAFFAR MANSOOR & EJAZ BAIG

243-245 MITCHIM ROAD-TOOTING, LONDON SW17 9JQ

TEL: 020 8767 5000 — FAX: 020 8767 0456

EMAIL: info@dmansonsolicitors.com

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

خان بہادر ملک صاحب خانصاحب نون

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 21 ستمبر 2005ء میں مکرم عبدالسمیع نون صاحب کے قلم سے محترم خان بہادر ملک صاحب خانصاحب نون (سابق ڈپٹی کمشنر) کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

اپریل 1954ء میں قانون کی پریکٹس شروع کرنے مَیں بھلوال پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملک عطا محمد خانصاحب نون کا مکان عدالت بھلوال سے بالکل متصل ہے اوراس کے کئی حصے وہ کرایہ پر دیتے ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور اپنا مقصد بیان کیا۔ انہوں نے کہا آپ نون ہیں تو آپ کا اپنا مکان ہے۔ پھر مزید تعارف ہوا تو میں نے کہا کہ ہم احمدی ہیں۔ میری پیدائش سے پہلے میرے ابا حضرت صاحب (سیّدنا حضرت امام جماعت ثانی) سے دعائیں کرواتے رہے جب میری ولادت ہوئی (اور میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا) تو ابا نے حضور کی خدمت میں تبرکاً میرا نام تجویز کرنے کی درخواست کی تو میرے والد کا نام عبدالعزیز تھا، حضورؓ نے میرا نام عبدالسمیع رکھ دیا۔ ملک صاحب نے بلا تامل کہا کہ پھر کل آنے کی ضرورت نہیں۔ پھر میری دلجوئی یوں کہہ کر کی کہ مجھے احمدیت سے کوئی مخالفت ہے۔ احمدی تو بڑے اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ ایم ایم احمد صاحب اور چوہدری عزیز احمد باجوہ جج کے ساتھ میرا گہرا تعلق تھا اوران کی انصاف پسندی کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ملک صاحب خان نون میرے سوتیلے بھائی ہیں۔ ہمارے باہم جائیدادوں کی تقسیم وغیرہ کے تنازعات چلتے رہتے ہیں۔ وہ احمدی ہیں۔ تم ہمارے مکان میں رہو گے مگر وکالت اُن کی کرو گے۔ میں نے کہا کہ میں تو ملک صاحب خان صاحب سے متعارف بھی نہیں ہوں تاہم میں آپ کے مفروضے کی تردید بھی نہیں کرتا۔

پھر مجھے ایک مکان سرگودھا شہر میں مفت مل گیا اور میں جون 1954ء میں سرگودھا منتقل ہوگیا۔ قریباً ایک سال بعد حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے میرا تعارف ملک صاحب خان نون صاحب سے کروایا۔

آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ سر ملک محمد فیروز خان نون (سابق وزیراعظم پاکستان) کے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ گہرے دوستی اور عقیدت کے تعلقات تھے۔ وہ جب لاہور میں ریٹائرڈ زندگی گزار رہے تھے تو ہر ہفتے مجھے فون کرتے اور قریباً ہر بار حضورؓ کی طبیعت پوچھتے اور سلام عرض کرتے، پھر حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ کا پوچھتے اور پھر محترم ملک صاحب خان صاحب نون کا پوچھتے۔ جب مَیں اِن کا بتاتا کہ وہ ٹھیک ہیں تو ایک بار کہنے لگے کہ وہ ورزش بہت کرتے ہیں۔ 82 سال اِن کی عمر تھی۔ میں نے حیران ہوکر کہا کہ نہیں ورزش تو اب کوئی نہیں کرسکتے۔ بولے: ''وہ چھ نمازیں باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔ اس عمر میں یہ ورزش ہی بہت ہے''۔

تاریخ احمدیت کے مطابق جناب صاحب خانصاحب نون کی بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دَور کی ہے۔ آپ بتاتے تھے کہ حضورؓ سے عقیدت تو پہلے سے تھی، جب میں اُن کو ملنے قادیان گیا تو حضور نے فرمایا ملک صاحب آپ ہمارے اَور قریب آجائیں تو میں نے عرض کیا کہ میں تو حاضر ہوں۔ تاہم بیعت کی تقریب اس زمانے میں ہوئی جب آپ بطور سٹی مجسٹریٹ امرتسر میں تعینات تھے۔ 1905ء میں چیفس کالج لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے تھے اور تعلیم میں عمدہ کارکردگی پر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ اُسی سال ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر تقرری ہوگئی تھی خلافت اولیٰ میں امرتسر میں تعینات رہے۔ رئیس ابن رئیس تھے۔ جہاں رہتے سواری کے لئے گھوڑا، دودھ کے لئے بھینس اور شکار کے لئے کتے بھی رکھتے تھے۔ عمدہ کار بھی رکھتے تھے۔

ملک صاحب کا برادرانہ گہرا تعلق حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کے خاندان کے ساتھ تھا۔ آپ حضرت چوہدری صاحب کی والدہ سے کہتے کہ بے بے جی! کیا تم میرے لئے اتنی دعا کرتی ہو جتنی چوہدری صاحب کے لئے۔ تو وہ فرماتیں کہ اپنے پانچوں بیٹوں کے لئے برابر دعا کرتی ہوں۔ یعنی حضرت چوہدری صاحب، اُن کے تینوں بھائی اور پانچویں ملک صاحب خانصاحب نون۔

ایک بار محترم ملک صاحب خانصاحب نے حضرت چودھری صاحبؓ کو مدعو کرکے اپنی کوٹھی کے وسیع احاطہ میں تین صد مہمانوں کیلئے چائے کا انتظام اور حضرت چوہدری صاحب کے لیکچر کا پروگرام کیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بار چندہ وقف جدید کی کمی کے موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا کہ اگر مجھے کپڑے بھی بیچنے پڑے یا مکان بھی فروخت کرنا پڑے تو میں تحریک وقف جدید کو کامیاب کرنے کے لئے دریغ نہیں کروں گا۔ اس پر ملک صاحب نے میری موجودگی میں حضور انور کو عریضہ لکھا کہ حضور آپ نے پہلے ہی اپنی ہر شے راہ خدا میں جھونک دی ہوئی ہے۔ اب ہمارے کپڑے اور ہمارے مکان اور ہماری زمینیں باقی ہیں جو حاضر ہیں۔ پہلے یہ بکیں گی تو پھر آپ کی باری آئے گی۔ چنانچہ آپ نے اپنے چندہ میں کافی اضافہ کرکے رقم ارسال کردی۔

ایک بار فرمانے لگے اس دفعہ جلسہ سالانہ میں حضور نے جو تفصیل تحریک جدید کے ثمرات کی بیان فرمائی ہے۔ وہ بڑی ایمان افروز ہے اورشاندار بھی مگر ہمارے چندے تو انگلی پر لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کی کوشش ہے۔ (حالانکہ میرے اندازے کے مطابق ملک صاحب کا چندہ ضلع میں شاید سب سے زیادہ ہوتا تھا)۔ فرمایا میرے پاس نقد رقم تو اتنی نہیں ہے، میں دومربع زمین نہری جو برلب سڑک واقع ہے، وہ تحریک جدید میں دیتا ہوں۔ تم لکھو کہ یہ زمین تحریک جدید اپنے نام انتقال کرالے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

آپ نے بطور مجسٹریٹ اور پھر بطور ڈپٹی کمشنر کئی جگہوں پر کام کیا۔ جہاں رہے غریب و امیر سبھی رطب اللسان رہے۔ ایک دفعہ ہم دونوں لاہور جارہے تھے۔ پنڈی بھٹیاں میں حضرت بابا خیر محمد صاحب نون کا مزار ہے۔ وہ ہمارے جدامجد تھے۔ ہم نے وہاں چند منٹ رُک کر اُن کے مزار پر دعا کرنا چاہی۔ اسی دوران رؤسا شہر بھٹی صاحبان کو ملک صاحب کی آمد کا کسی نے بتا دیا۔ اس پر وہ سارے صف بستہ حاضر ہوئے اور وہیں شب باش ہونے پر اصرار کیا۔ وہ ملک صاحب کے گوجرانوالہ کی تعیناتی کے دوران احسانات کو یاد کرکے گویا نثار ہورہے تھے۔ لیکن اُس روز اُن کے خاندان میں فوتیدگی ہوگئی تھی اس لئے ملک صاحب نے معذرت کرلی۔

آپ کی خاندانی وجاہت کے ساتھ دیانتداری، راست روی پھر اس پر تقویٰ کا رنگ جو چوکھا چڑھا تو ایک بار انگریز چیف سیکرٹری کی میٹنگ کے بعد کھانے کے دوران جب وہاں کمشنرز اور ڈپٹی کمشنرز جمع تھے، چیف سیکرٹری نے جماعت کے بارہ میں درشتگی اور کسی قدر نفرت کا اظہار کیا۔ اس پر آپ نے وہیں کھانا چھوڑ دیا اور چیف سیکرٹری کو سخت جواب دے کر وہاں سے چلے آئے۔

ضلع گوجرانوالہ کی تعیناتی کے دوران ایک بار محترم خانصاحب کولوتارڑ دورہ پر تشریف لائے اور چوہدری عطاء اللہ ذیلدار کے دارہ پر وارد ہوئے۔ آتے ہی حکم صادر کیا کہ یہاں کے سارے احمدیوں کو بلاؤ۔ وہ سبھی غریب کمی کمین ہی تھے۔ جب آئے تو وہ بیچارے زمین پر بیٹھ گئے مگر ملک صاحب نے انہیں چارپائیوں پر بٹھانے کا حکم دیا اور اُن سے پوچھا تمہیں یہ چوہدری کوئی تکلیف تو نہیں دیتے۔ وہ بے چارے جھینپ رہے تھے۔ پھر آپ نے چودھریوں کو کہا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ خبردار جو اِن سے کسی نے برا سلوک کیا یا کوئی بیگار لی۔

ایک دفعہ حافظ آباد گوجرانوالہ روڈ پر نہر کے ایک بنگلہ کا دورہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں کوئی غریب صحابی بھی رہتے ہیں۔ آپ نے اُنہیں بلا بھیجا اور ایک الگ جگہ کرسیاں لگوا کر اُن کے ساتھ کافی دیر تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔

غرض جہاں جاتے احمدیوں کے ساتھ گھل مل جاتے۔ ان کا احوال معلوم فرماتے اور انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اسی وقت حل کردیتے۔

چوہدری بشیر احمد صاحب تارڑ سرگودھا میں ڈپٹی کمشنر رہے ہیں۔ اسی دوران اُن کے بڑے بھائی ملک صاحب سے ملنے آئے اور پوچھا: ''چاچا جی! بشیر احمد روزانہ سلام کرنے آتا ہے کہ نہیں''۔ ملک صاحب نے انہیں تسلّی دی اور فرمایا کہ وہ بہت مصروف ہے مگر یوں تابعدار ہے، فکر نہ کریں وہ مجھے احترام سے ملتا ہے۔

سرگودھا میں ایک مشہور سیشن جج سید عبداللطیف شاہ صاحب تھے۔ جب ریٹائر ہوئے تو ملک صاحب نے شام کی چائے پر انہیں بلایا۔ ملک صاحب اُٹھ کر اندر گئے تو انہوں نے بتایا کہ مَیں L.L.B. کرکے گاؤں آیا تو میرے والد سید نادر علی شاہ صاحب (جو احمدی تھے اور ذیلدار تھے)، فوت ہوگئے۔ گاؤں سے آٹھ درخواستیں ذیلداری کی دائر ہوئیں۔ مَیں بھی درخواست دینے عدالت میں گیا تو ملک صاحب نے خود دیکھ کر مجھے بلایا۔ میرے آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو فرمایا درخواست کی ضرورت نہیں۔ پھر میرے بارہ میں لکھا کہ اس کو ذاتی طور پر جانتا ہوں یہ مرحوم ذیلدار کا بیٹا ہے، لاء گریجوایٹ ہے، اچھے چال چلن والا شریف آدمی ہے، میں اسے ذیلدار مقرر کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ جناب کئی درخواستیں ہیں جن کی تاریخیں ابھی ایک ہفتہ بعد ہیں۔ آپ نے وہ درخواستیں منگوا کر خارج کردیں۔ جب دوسروں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپیلیں کمشنر راولپنڈی کے پاس دائر کردیں کہ ہمیں سنا بھی نہیں گیا اور مقررہ تاریخ سے پہلے ہی ہماری درخواست DC نے خارج کردی ہے وغیرہ۔ کمشنر جو انگریز تھا اس نے کہا جب میرا ڈی سی ذاتی طور پر پسر ذیلدار کو جانتا ہے اور اس کی نگاہ میں وہی فٹ امیدوار ہے۔ تو میں اس کی Discretion میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ چنانچہ اُس نے بھی سب اپیلیں خارج کردیں۔

ملک محمد فیروز خان صاحب جب وزیراعظم تھے تو اپنے گاؤں نور پور نون آئے۔ ساری برادری وہاں اکٹھی تھی۔ پھر جب ملک صاحب خانصاحب وہاں پہنچے تو ملک عطا محمد صاحب نون DIG، بریگیڈیئر گل شیر خانصاحب نون اور دیگر افراد خاندان حتیٰ کہ خود سر فیروز

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۸؍جولائی ۲۰۰۵ء کی زینت مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

چھوڑ مت مجھ کو اکیلا میرے اللہ کبھی
میرے اللہ، کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

آفتیں روز، زمانے کی ڈراتی ہیں مجھے
تجھ سے نزدیک ہوجاؤں ، ستاتی ہیں مجھے
اور رہ رہ کے بری راہیں دکھاتی ہیں مجھے

میرے اللہ کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ
چھوڑ مت مجھ کو اکیلا، میرے اللہ کبھی

جب تجھے ڈھونڈوں تو پاؤں میں رگ جاں کے قریب
جب ملے تُو ، تو ملے سوز شپنہاں کے قریب
رہے پیمانۂ دل ، بادۂ عرفاں کے قریب

میرے اللہ کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

خانصاحب نون بھی اٹھ کر اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ کر آپ کو سلام کرنے کے لئے صف بستہ ہوگئے۔

جب جھنگ میں ڈی سی تعینات تھے تو ایک زمیندار کے دو قیمتی گھوڑے چوری ہوگئے۔ جو لالیاں کے ایک مشہور رسہ گیر رئیس کے پاس پہنچ گئے جس نے گھوڑوں کے اُس کی تحویل میں ہونے سے ہر ایک کو انکار کر دیا۔ چنانچہ ملک صاحب اُس کے علاقہ میں پہنچے۔ ریسٹ ہاؤس کھلوا کر تھانیدار کے ذریعہ اُس رئیس کو بلوایا۔ اُس نے اپنی عزت افزائی سمجھی اور فوراً حاضر ہوا۔ آپ نے چھوٹتے ہی کہا کہ گھوڑے واپس کردو۔ اس نے آگے سے حیل وحجت کی۔ دو تین بار ایسا ہی جواب ملا تو ملک صاحب نے تھانیدار کو حکم دیا کہ اسے ہتھکڑی لگادو۔ اس پر وہ رئیس آپ کے پاؤں پڑ گیا کہ خدا کے لئے ایک دن کی مہلت دیدیں۔ زمین اور آسمان کے درمیان جہاں کہیں بھی گھوڑے ہوں گے پیش کردوں گا۔ ملک صاحب مان گئے اور کہا کہ فی الحال اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ اگلی سہ پہر وہ گھوڑے لے کر حاضر ہوگیا اور بتایا کہ جناب آپ ناراض ہوگئے تھے میں نے بڑی مشکل سے اور بڑی دُور سے برآمد کئے ہیں۔

جب آپ ملازمت میں نہیں تھے تو بھی خدمت خلق کا یہی عالم تھا۔ ایک بار کسی مزارع نے عرض کیا کہ اُس کے دو بیل فلاں نے چرا لئے ہیں۔ آپ کے پوچھنے پر اُس نے ثبوت بھی دیا کہ بیل اُسی کے پاس ہیں۔ آپ نے اُس چور کو بلایا لیکن اُس نے ماننے سے انکار کردیا۔ آخر آپ نے چور کو سات دن کی مہلت پر چھوڑ دیا اور مزارع سے کہا کہ اگر سات روز بعد اس نے بیل واپس نہ کئے تو میرے اعلیٰ نسل کے بیلوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں، لے جانا، پھر مَیں جانوں اور یہ چور۔ وہ غریب آدمی واپس چلا گیا۔ چار دن گزرے تھے کہ چور حاضر ہوگیا اور عرض کیا کہ جناب نہ معلوم کہاں کہاں میں ان بیلوں کے پیچھے خوار ہوا ہوں۔ یہ اُس مزارع کو دیدیں۔

ملک صاحب نے حتی الوسع اپنے اکلوتے بیٹے کی تربیت اور تعلیم پر بہت توجہ دی تھی۔ حتیٰ کہ سرگودھا چھوڑ کر ربوہ میں سکونت اختیار کرلی۔ جب بچہ نو دس سال کا تھا تو اُس نے ریڈیو خریدنے کی خواہش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب نے فلمی گانے وغیرہ سننے کی اجازت نہیں دی اس لئے میں تو ریڈیو لے کر نہیں دوں گا۔ پھر میری تجویز پر اُسے ٹیپ ریکارڈر خرید دیا تاکہ نظموں کی کیسٹس سنتا رہے۔

موضع گورالی ضلع گجرات میں نون خاندان کی رشتہ داری چلی آرہی ہے۔ ملک مولا بخش صاحب ان کے بزرگ احمدی تھے۔ آگے ان کی اولاد میں احمدیت نہ چلی۔ اُن کے ایک بیٹے اے۔ کے ملک کمشنر راولپنڈی اور ممبر بورڈ آف ریونیو بھی رہے۔ ایک روز میں انہیں ملنے کے لئے گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ دیکھو خفیہ رپورٹیں آرہی ہیں کہ سلانوالی کے علاقے میں احمدی بہت اشتعال پھیلا رہے ہیں۔ (اُن دنوں چک منگا وغیرہ میں احمدی ہو رہے تھے)۔ میں نے جواب دیا کہ اگر کوئی احمدیت قبول کرلے تو اشتعال کیسے پھیل جاتا ہے، ہم کسی کو مجبور تو کرنہیں رہے۔ اُن کی بھتیجی کے لئے ملک صاحب نے اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجا۔ جب میرے ساتھ اس کا ذکر کیا تو میں نے پوچھا: کیا آپ نے حضرت صاحب سے اجازت لے لی ہے۔ وہ حیران ہوئے کہ کس بات کی۔ مَیں نے کہا کہ جماعت سے باہر رشتہ کرنے کی۔ فرمایا: نہیں تو۔ پھر آپ نے اسی وقت اس تجویز کو منسوخ کردیا کہ جب جماعت سے باہر رشتہ کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے تو میں کیوں اس اصول کو توڑوں۔

آپ نے ربوہ میں مسجد محمود متصل درالضیافت تعمیر کروادی۔ پھر محلّہ دارالیمن میں بھی ایک مسجد تعمیر کرائی۔ 1949ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کمپنی باغ سرگودھا میں لیکچر دینے کے لئے سرگودھا تشریف لائے تو حضور کے اعزاز میں ملک صاحب موصوف نے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا جس میں کچھ رؤسا اور انتظامیہ کے افسران کے علاوہ جماعت کے اکابرین بھی مدعو تھے۔

آپ نے نہایت تقویٰ سے زندگی بسر کی۔ 17 جولائی 1966ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ احمدیوں کے بعد غیر احمدیوں کی کثیر تعداد نے بھی نماز جنازہ ادا کی۔

محترم محمد منیر خان شامی شہید

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 14؍جنوری 2006ء میں مکرم پروفیسر محمد شریف خانصاحب کے قلم سے اُن کے بھائی محترم محمد منیر خان شامی شہید کا ذکرِ خیر شامل اشاعت ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ ہمارے والد ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی مرحوم کا تعلق ایک کٹر حنفی خاندان سے تھا۔ آپ نے احمدیت کا ذکر بھی سنا تھا تو مخالفت میں۔ جب آپ افریقہ گئے اور وہاں احمدیوں کو قریب سے دیکھا تو دعا کے بعد انشراح صدر ہوا اور آپ نے احمدیت قبول کرلی۔ پھر جب آپ افریقہ گئے تو اپنے بیوی بچوں کو دینی ماحول میں تربیت کی خاطر قادیان میں چھوڑ گئے۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب میڈیکل سکول امرتسر کے طالبعلم تھے جبکہ بھائی محمد منیر خان شامی تعلیم الاسلام کالج قادیان میں پڑھتے تھے۔ گھربار کی نگرانی انہی کے سپرد تھی۔ آپ 1922ء میں تنزانیہ میں پیدا ہوئے، وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ واقف زندگی تھے اس لئے M.Sc کرنے کی ہدایت آپ کو کی گئی۔ 1947ء میں آپ B.Sc کے آخری سال میں تھے۔ صاف ستھرا علمی ذوق رکھتے تھے۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ ملکی اور عالمی حالات پر گہری نظر تھی اور عربوں سے ہمدردی کی بناء پر شامی کہلاتے تھے۔

1947ء میں تقسیم ہند کے وقت حالات خراب ہوئے تو وہ سارا دن ڈیوٹی پر رہتے اور شام کو کچھ دیر کے لئے خیریت معلوم کرنے گھر آتے۔ رات کو گولیاں چلنے کی آوازیں آتیں۔ اسی دوران ایک خالہ زاد بھائی جو فوج میں ملازم تھے، ہمیں لینے کے لئے ٹرک لے کر آگئے۔ والدہ کے کہنے کے باوجود بھائی منیر گھر میں ہی ٹھہرے رہے کیونکہ یہی ہدایت تھی۔ اُن کے پاس ابّاجی کی دونالی بندوق بھی تھی لیکن اُسی رات سکھوں نے حملہ کیا تو بھائی نے کچھ مقابلہ بھی کیا لیکن جب صبح خدام گئے تو دیکھا کہ آپ صحن میں خون میں لت پت پڑے تھے، پیٹ چاک تھا اور شہید ہوچکے تھے۔ اباجی نے افریقہ میں یہ صدمہ بہت بہادری سے سہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 11؍جون 1999ء میں شہداء کے ضمن میں آپ کا بھی ذکر فرمایا تھا۔

مکرم فواد محمد کانو صاحب

مکرم فواد محمد کانو صاحب مربی سلسلہ سیرالیون یکم جنوری 2006ء کو دریا میں نہاتے ہوئے ڈوب کر شہید ہوگئے۔ آپ یکم جنوری 1956ء کو روکوپور (سیرالیون) کے قریب ایک گاؤں Matantu میں پیدا ہوئے۔ روکوپور کے احمدیہ سکولوں میں تعلیم حاصل کی۔ 1974ء میں قبول احمدیت کی سعادت پائی اور 1975ء میں اپنی زندگی وقف کردی۔ پہلے تین سال جامعہ احمدیہ غانا میں تعلیم حاصل کی اور 1979ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں آگئے۔ 1987ء میں مبشر کی ڈگری لے کر واپس گئے اور تادم آخر سیرالیون کی مختلف جماعتوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ مئی 2004ء میں نائب مبلغ انچارج مقرر ہوئے۔

آپ موصی تھے۔ تدفین مقبرہ موصیان مشاکا (سیرالیون) میں ہوئی۔

محترم چودھری غلام حسین صاحب

محترم چودھری غلام حسین صاحب کا ذکرِ خیر اُن کی پوتی مکرمہ مبارکہ سنوری صاحبہ کے قلم سے روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 21؍جنوری 2006ء میں شامل اشاعت ہے۔ آپ محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے چچا اور سسر بھی تھے۔

محترم چودھری غلام حسین صاحب 21؍جنوری 1874ء کو جھنگ شہر میں پیدا ہوئے۔ مڈل کے امتحان میں صوبہ بھر میں اوّل رہے۔ میٹرک کے امتحان میں صوبہ میں دوم رہے۔ پھر مزید تعلیم لاہور سے حاصل کی اور مشن کالج (موجود .F.C کالج) سے بی اے کی ڈگری امتیاز سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ میں ملازمت کے بعد آپ پنجاب کے محکمہ تعلیم سے منسلک ہوگئے اور جلد ہی ڈیرہ غازیخان میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف سکولز مقرر ہوئے۔ پھر لدھیانہ میں ہیڈ ماسٹر رہے اور پھر ترقی پاکر ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کے عہدہ پر مختلف اضلاع میں متعین رہے۔ 1932ء میں ریٹائرڈ ہوئے تو قادیان چلے آئے جہاں 1927ء میں آپ نے ایک بڑا مکان تعمیر کرلیا تھا۔ 1947ء تک ناظر تعلیم کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ پاکستان بننے کے بعد جھنگ آگئے جہاں آپ کی جائیداد موجود تھی اور عزیز واقارب بھی وہیں تھے۔

محترم چودھری صاحب کے قبول احمدیت کے واقعات یوں ہیں کہ آپ کے والد جامع مسجد اہل حدیث کے امام تھے۔ جب وہ بہت ضعیف ہوگئے تو انہوں نے اپنے بچوں سے کہا کہ انہیں گھر سے باہر کسی جگہ لے جاؤ کیونکہ انہوں نے حدیث سنی ہے کہ مسافر مر جائے تو بخشا جاتا ہے۔ چنانچہ اُنہیں اُن کی زمینوں پر لے جایا گیا۔ ایک روز انہوں نے اپنے سارے عزیزوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ میں نے رمضان میں سورج اور چاند گرہن لگنے پر بہت دعائیں کی ہیں۔ یہ حدیث امام مہدی کے آنے کی پکّی نشانی ہے۔ اگر وہ آچکا ہے تو تم سب گواہ رہنا کہ میں نے اُسے مان لیا ہے اور کوئی تم میں سے اُسے پالے تو میرا بھی اُسے سلام کہے۔ بعد میں اُن کی وفات ہوگئی۔

جب حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی خبر جھنگ پہنچی تو محترم چودھری صاحب کے استاد مخالفت میں بہت آگے بڑھ گئے اور اُن کی تقلید میں آپ بھی سخت مخالف بلکہ حضور علیہ السلام کی جان کے دشمن بن گئے۔ آپ نے ایک کتاب ’’عصائے موسیٰ‘‘ بھی حضورؑ کے خلاف لکھی۔ لیکن ابھی وہ شائع نہیں ہوئی تھی کہ آپ کو کالا ہیضہ ہوگیا۔ علاج کے لئے لاہور لے جایا گیا۔ پھر خواب کی بناء پر آپ نے وہ کتاب پھاڑ دی اور نئی تحقیق حضورؑ کے دعویٰ کے بارہ میں شروع کی۔ دل سے احمدیت قبول بھی کرلی۔ بلکہ ڈیرہ غازیخان میں حضورؑ کی وفات کی خبر ملی تو احمدی احباب کے ساتھ مل کر نماز جنازہ غائب بھی ادا کی۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔

محترم چودھری صاحب بہت خوش اخلاق تھے۔ دوران ملازمت کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کسی کی شکایت بھی آتی تو نہایت لطیف پیرائے میں اُسے توجہ دلاتے۔ 1934ء میں حج کے لئے درخواست دی تو قرعہ اندازی میں آپ کا نام نکل آیا چنانچہ آپ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ کئی ماہ تک آپ کی کوئی خبر نہ آئی۔ ایک روز اچانک واپس پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ سلطان عبدالعزیز بن سعود کو کسی نے اُن کے بارہ میں بتایا کہ انگریزی کے علاوہ بعض دیگر زبانوں پر بھی آپ کو عبور حاصل ہے تو اُنہوں نے آپ سے چند کتب کے انگریزی تراجم کروائے اور اس وجہ سے آپ واپس جلد نہیں آسکے۔

جماعت کے نئے مرکز ربوہ کے آباد ہونے سے متعلق آپ نے بہت عرصہ پہلے ہی دو خوابیں دیکھی تھیں۔ ایک میں آپ کو بتایا گیا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ’’تین کو چار کرنے والا‘‘ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مکہ، مدینہ اور قادیان کے بعد چوتھا مرکز آپؓ کے ذریعہ سے قائم کیا جائے گا۔

محترم چودھری غلام حسین صاحب کی وفات مارچ 1950ء میں جھنگ شہر میں ہوئی۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 30 جولائی 2005ء میں شامل اشاعت مکرم رشید قیصرانی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

تن من ہی جب ہار چکے ، تکرار کریں پھر کیسے یار
ہم تو پیار کا موسم مانگیں جو چاہے وہ دے دے یار
ہر نیناں سے نین ملائے، ہر دل کو دلدار کیا
جگ ماہی کی خاطر ہم نے جگ سارے سے پیار کیا
یار رشید ، اس پیاسے بَن میں ساون گیت سناتا جا
پیار کی جوت جگاتا جا اور دیپ سے دیپ جلاتا جا
باقی اس کا کام وہ کیسے اپنا قول نبھاتا ہے
برق گراتا ہے دشمن پر یا کنکر برساتا ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

13th April 2007 – 19th April 2007

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 13th April 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
01:00	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 420, Recorded on 07/07/1995.
02:10	Seerat-un-Nabi (saw)
02:55	Huzoor's Tours: Programme documenting Huzoor's visit to Germany.
04:10	Tarjamatul Qur'an Class: An in-depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 172, Recorded on 31st December 1996.
05:15	Poem Recital Competition.
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class with Huzoor. Recorded on 25th February 2007.
08:10	Le Francais C'est Facile: programme no. 102
08:35	Siraiki Service
09:15	Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 46 recorded on 4th August 1995.
10:20	Indonesian Service
11:15	Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00	Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, from Baitul Futuh.
13:10	Tilaawat & MTA News review
14:10	Dars-e-Hadith
14:25	Bangla Shomprochar: a discussion in Bengali replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
15:30	Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
16:00	Friday Sermon [R]
17:00	Interview: An interview with Abdur Rab Anwar Mahmood about the life of his father, Maulana Abdul Malik Khan.
18:00	Le Francais C'est Facile: programme no. 102 [R]
18:30	Arabic Service: Discussion programme about the true concepts of Islam. Rec: 06/04/07.
20:30	MTA International News Review Special
21:10	Friday Sermon [R]
22:15	MTA Travel: A documentary about various winter activities available in Canada.
22:50	Urdu Mulaqa'at: Session 46 [R]

Saturday 14th April 2007

00:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:05	Le Francais C'est Facile: Lesson no. 102.
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 421, Recorded on 08/07/1995.
02:45	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 13th April 2007.
03:35	Interview: An interview with Abdur Rab Anwar Mahmood about the life of his father, Maulana Abdul Malik Khan.
04:45	Urdu Mulaqa'at: a question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking friends. Session no. 46. Recorded on 4th August 1995.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) with Huzoor. Recorded on 3rd March 2007.
08:05	Seerat Sahaba Masih-e-Maud (as)
08:45	Friday Sermon [R]
09:45	Quran Quiz
10:10	Indonesian Service
11:05	French Service
12:10	Tilaawat & MTA International Jama'at News
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Intikhab-e-Sukhan: Poem request programme
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
16:10	Moshaa'irah: an evening of poetry
16:55	Question Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 24/05/1997. Part 1.
17:55	MTA Variety: a programme about taking care of your garden.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam.
20:30	MTA International Jama'at News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
22:15	Seerat Sahaba Masih-e-Maud (as) [R]
22:55	Friday Sermon [R]

Sunday 15th April 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
00:55	Qur'an Quiz
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 422, recorded on 09/07/1995.
02:30	Kidz Matter
03:05	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 13th April 2007.
04:05	Moshaa'irah: an evening of poetry
04:45	MTA Variety: Taking care of your garden
05:15	Seerat Sahaba Masih-e-Maud (as)
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05	Bustan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. Recorded on 4th March 2007.
08:20	Huzoor's tour: a programme documenting Huzoor's visit to Burkina Faso, West Africa.
09:30	Kidz Matter: kids discussion programme.
10:10	Indonesian Service
11:05	Spanish translation of Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Jama'at. Recorded on 2nd February 2007.
12:15	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:15	Bangla Schomprochar
14:10	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 13th April 2007.
15:15	Bustan-e-Waqfe Nau class [R]
16:30	Huzoor's Tours [R]
17:30	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 12th May 1996. Part 1.
18:30	Arabic Service
19:35	Kidz Matter [R]
20:30	MTA International News Review [R]
21:00	Bustan-e-Waqfe Nau class [R]
22:10	Huzoor's Tours [R]
23:10	Ilmi Khutbaat

Monday 16th April 2007

00:15	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:30	Learning Arabic: lesson no. 27
01:50	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 423, Recorded on 14/07/1995.
02:50	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 13th April 2007.
03:55	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 12th May 1996. Part 1.
05:00	Ilmi Khutbaat
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:20	Jamia Ahmadiyya UK students' class with Huzoor, recorded on 17th March 2007.
08:15	Le Francais C'est Facile: programme no. 49
08:55	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th December 1997.
10:00	Indonesian Service
11:05	Aa'ina: a discussion programme based on allegations made against Islam.
11:40	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
12:50	Bangla Schomprochar
13:55	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 12/05/2006.
15:00	Jamia Ahmadiyya Class [R]
15:50	Medical Matters
16:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
17:40	Aa'ina [R]
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 424, Recorded on 15/07/1995.
20:30	MTA International Jama'at News
21:05	Jamia Ahmadiyya Class [R]
22:15	Friday Sermon: recorded on 05/05/2006 [R]
23:20	Spotlight [R]

Tuesday 17th April 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:10	Learning French: Lesson no. 49
01:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 424, Recorded on 15/07/1995.
02:30	Friday Sermon: recorded on 12/05/2006.
03:25	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th December 1997.
04:25	Spotlight
05:25	Aa'ina
06:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class with Huzoor. Recorded on 18th March 2007.
08:15	Learning Arabic: Programme no. 27
08:50	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 12th May 1996. Part 2.
09:20	MTA Variety: an Urdu discussion
09:55	Indonesian Service
10:55	Sindhi Service
12:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar
14:05	Jalsa Salana Qadian 2004: Concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 28th December 2004.
15:15	Learning Arabic: Programme no. 27 [R]
15:55	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
17:30	Question and Answer Session [R]
18:30	Arabic Service
20:30	MTA International News Review Special
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
22:25	Al-Wasiyyat
23:00	Address by Hadhrat Khalifatul Masih V [R]

Wednesday 18th April 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
00:55	Learning Arabic: Programme no. 27
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 425. Recorded on: 16/07/1998.
02:45	MTA Variety: A documentary on the Space Shuttle.
03:30	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 12th May 1996. Part 2.
04:30	Al-Wasiyyat
04:55	Jalsa Salana Qadian 2004
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:20	Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) with Huzoor, recorded on 24th March 2007.
08:30	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th June 1996.
10:00	Indonesian Service
10:55	Swahili Service
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
13:05	Bangla Shomprochar
14:05	Ilmi Khitabaat
14:50	Jalsa Speeches: speech delivered by Atta-ul Mujeeb Rashid on the topic of 'the noble character of the Promised Messiah (as)'. Recorded on 27th July 1996.
15:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Class [R]
16:35	Attractions of Australia [R]
17:00	Question and Answer Session [R]
18:00	Lajna Magazine
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 426, recorded on 21/07/1998.
20:30	MTA International News Review
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Class [R]
22:20	Jalsa Speeches [R]
22:50	Hamaari Kaaenat
23:20	Ilmi Khitabaat

Thursday 19th April 2007

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:00	Discussion: on the topic of the importance of the veil.
01:40	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 426, recorded on 21/07/1998.
02:40	The Philosophy of the Teachings of Islam
03:05	Hamari Kaa'enaat
03:50	Ilmi Khitabaat
04:25	Discussion
04:55	Australian Documentary
05:25	Jalsa Speeches
06:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) class with Huzoor. Recorded on 25th March 2007.
08:10	English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Session 19. Recorded on 11/06/1994.
09:20	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Germany.
10:20	Indonesian Service
11:20	Al Maa'idah
11:40	Dars-e-Hadith
12:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
13:00	Bengali Service
14:00	Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 174, recorded on 7th January 1997.
15:05	Huzoor's Tours [R]
16:10	English Mulaqa'at [R]
17:20	Poem Recital competition
18:30	Arabic Service
20:30	MTA News Review
21:05	Tarjamatul Qur'an Class, Session: 174 [R]
22:10	Seerat-un-Nabi (saw)
22:45	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00GMT & 17:00GMT

Translations for Hazoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 14 | Friday April 06, 2007 | Issue No. 14

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

مُصلحِ عالَم کی ضرورت کا احساس

ایک دیوبندی عالم محمد بن اختر کا اعتراف:

''اگر دنیا کے آج کے حالات اور آج سے چودہ سوسال قبل کے جزیرۃ العرب کے حالات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہالت اور گمراہی کا جو گھٹاٹوپ اندھیرا وہاں چھایا ہوا تھا کم وبیش ویسی ہی تاریکی میں ہماری جدید دنیا بھی لپٹی ہوئی ہے۔عورت کی جو بے قاری وہاں تھی اس کی وہی ناقدری اور بے حرمتی ہمارے ہاں بھی ہے۔اس کے ساتھ جبر وتشدد بھی اسی طرح کا ہو رہا ہے اس کی آبروریزی کی شرح فیصد رو بہ اضافہ ہے۔اسے اگر وہاں آنکھ کھلتے ہی تہہ خاک کر دیا جاتا تھا تو ہمارے ہاں اسے پال پوس کر، پڑھا لکھا کر، تربیت کرکے بڑے ارمانوں کے ساتھ بابل کے گھر سے رخصت کیا جاتا ہے کہ سسرال میں راج کرے گی، دودھوں نہائے گی، پوتوں پھلے گی۔لیکن اس کا جیون ساتھی، ماں جیسی ساس اور بہن جیسی نندا سے جہیز کی قربان گاہ پر زندہ نذر آتش کر دیتے ہیں۔نہ سماج کچھ کر پاتا ہے اور نہ قانون۔زیادہ سے زیادہ چند کو سزا ہو جاتی ہے۔اکثر سزا سے بچ نکلتے ہیں مگر انسانیت سوز عمل کا سدّ باب نہیں ہو پاتا۔جس طرح اس وقت کے عرب میں غریب کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی ہماری آج کی متمدن دنیا میں افلاس کی پست ترین سطح سے بھی نیچے کروڑوں انسان بھوک، بے لباسی اور بے دردی کا شکار ہیں ۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے غیر اخلاقی اور غیر انسانی قانون کا چلن اس وقت کی عرب دنیا میں جس طرح عام تھا اسی طرح ہماری دنیا میں اسی قانون کا رواج ہے ۔شکلیں جدا گانہ ضرور ہیں، عمل اور اثرات ایک ہی ہیں۔ ہماری آج کی دنیا کو اس کے لاحل مسائل سے نجات دلانے والی ......صفات عالیہ کی حامل ہستی کی ہی ضرورت ہے ۔ اسی ہستی کے پاس ہماری جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے کی شمع ہدایت ہے''۔

(''عالم اسلام '' صفحہ83-84 ۔ادارہ اشاعت اسلام اردو بازار صدر کراچی ۔ اشاعت 2003ء)

مؤلّف کتاب نے صفحہ 119 پر یہاں تک کہہ ڈالا ہے کہ ''تحریک اسلامی کے سامنے تو یہ بھی بہت بڑا چیلنج ہے کہ عام مسلمان بھی اور اس کا کارکن بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ اب تو ہمارے ربّ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ بھی مظلوم مسلمانوں کی مدد کو نہیں آتا''۔ ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مسلم دنیا موسیٰؑ اور ابراہیمؑ کی تلاش میں

ایک اور دیوبندی سکالر مولانا یاسر ندیم کی کتاب ''گلوبلائزیشن اور اسلام'' دارالاشاعت اردو بازار کراچی کے زیر اہتمام 2004ء میں چھپی ہے جس کے متعلق دیوبندی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ کتاب نیو ورلڈ آرڈر اور عالمگیریت کے نام پر اسلام اور مسلم اُمّہ کے خلاف عالمی سازشوں اور منصوبوں کے تاریخی اور تحقیقی جائزہ کے حوالہ سے ایک اہم اور منفرد کتاب ہے ۔اس کتاب کا اختتام ان الفاظ سے ہوا ہے:

''گلوبلائزیشن کی تاریک رات کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس کی تاریکی نے ابھی تک پوری طرح اس عالم کو لپیٹ میں نہیں لیا لیکن اگر مسلمان غفلت کا شکار رہے تو وہ وقت بھی دُور نہیں جب عالمگیریت کا سایہ سارے عالم پر چھا جائے گا اور ہر چیز کو مغرب زدہ کر دے گا''۔

''اگر روئے زمین پر فرعون ونمرود کا وجود ممکن ہے تو موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کا وجود بھی ممکن ہے ۔اگر ہمیں نمرود کے لئے موسیٰ اور ابراہیم بننا ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے اندر موسیٰ جیسا حوصلہ ہو، ابراہیم جیسی ہمت وحمیت ہو اور اپنے محبوب نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ ہماری زندگی ہو''۔

نام نہاد اسلامی تحریکوں کی شرمناک سیاسی دوکانداری

دیوبندی عالم مولوی محمد انور بن اختر کا اعتراف حق:

''سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ عالم اسلام کی بیشتر اسلامی تحریکیں اور اُن کے رہنما امریکہ اور مغرب کے خلاف بلاسوچے سمجھے جارحانہ لب ولہجہ اختیار کر کے اسلام کے خلاف مغربی ذرائع ابلاغ کے بے بنیاد پراپیگنڈے کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔کئی نام نہاد اسلامی گروپوں نے جو عملی طور پر عالمی سیاست کے اتار چڑھاؤ اور پالیسیوں سے بالکل نابلد ہیں صرف اپنی سیاسی دوکانداری چمکانے کے لئے امریکہ اور یورپ میں تلوار کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا گاڑنے کے ہوائی نعرے لگانے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

حالانکہ حکمت ودانائی کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں ہمیں جب کہ اہل مغرب خود سکون کی تلاش میں ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کو ان کے سامنے امن وسلامتی کے راستے کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے انہیں بتایا جائے کہ اسلام اپنے آپ کو جبر کے ذریعہ کسی معاشرے یا فرد پر مسلط نہیں کرتا۔اسلام کی اصل قوت ہتھیار نہیں بلکہ دلیل ہے۔ یہ اہل مغرب کے لئے ایک متبادل نظام ہے۔ یہ کسی کے خلاف نہیں بلکہ انسانیت کا خیر خواہ ہے''۔(عالم اسلام صفحہ418-419)

قرآنی اصطلاح میں حجت و برہان کی اس دعوت اسلام کو جہاد کبیر سے تعبیر کیا گیا ہے اور باوجودیکہ ایک صدی سے تکفیر کی دیوبندی توپوں کا رُخ جماعت احمدیہ ہی کی طرف ہے اس کے فرزند خون کے سمندروں کو چیرتے اور آتش فشاں پہاڑوں کو پھلانگتے ہوئے اکناف عالم تک پہنچ چکے ہیں اور زمین کے چپہ چپہ پر سفیر اسلام کی حیثیت سے اس کے پیام امن وصلح کو علمی وعملی دونوں حیثیت سے پھیلا رہے ہیں اور ہر جگہ ظلمت کدوں اور شبستانوں میں روشنی کے نئے ارض وسماء پیدا ہو رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے......اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے ۔اسی اسلام کا زندہ کرنا خداتعالیٰ اب چاہتا ہے''۔

(فتح اسلام ۔روحانی خزائن جلد 3صفحہ 10-11)

دورِحاضر کے ''فقیہوں'' اور ''فریسیوں'' کو زبردست انتباہ

1891ء میں مسیح وقت نے اپنے دعویٰ مسیحیت کے اعلان عام کے ساتھ ہی انتباہ فرمایا:

''اے نفسانی مولویو! اور خشک زاہدو! تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ ہی بند رہیں اور تم پیر مغاں بنے رہو۔ اپنے دلوں میں نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹولو کیا تمہاری زندگی دنیا پرستی سے منزہ ہے؟ کیا تمہارے دلوں پر وہ زنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو؟ کیا تم اُن فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیحؑ کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے؟......بہت سے لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے اور اس خوان نعمت سے حصّہ لیں گے لیکن تم اسی زنگ کی حالت میں ہی مروگے۔ کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا''۔

(ازالہ اوہام۔ حصہ جلد 3صفحہ105مطبوعہ لندن)

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اِک ادنیٰ شکار
سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا جو میرے ساتھ تھا
کس کے فرماں سے مَیں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار

(المسیح الموعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ کا انقلاب انگیز لٹریچر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 11/اپریل 1925ء کو نمائندگان مشاورت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے تو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوتی کا ٹکڑا بھی ملے گا تو مَیں اسے خرید لوں گا۔اور مَیں انہیں کا چندہ لوں گا جو میری طرح اسے خریدنے کے خواہشمند ہوں گے ۔ دوسروں سے چندہ لینے کی مجھے ضرورت نہیں ہے ۔ مجھے انسانوں کی ضرورت اور احتیاج اسی وقت تک ہے جب تک میرے خدا نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اگر یہ نہ رہیں گے تو خداتعالیٰ مجھے زمین سے رزق دے گا اور آسمان سے میرے لئے نازل کرے گا۔

دیکھو عیسائی جن کے عقائد کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے: قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے انہیں پیٹر کا ایک مشکوک خط ملتا ہے مگر وہ اسے پچاس ہزار روپیہ میں خرید لیتے ہیں۔ اسی طرح پطرس کا خط جو حضرت مسیح کا حواری تھا 75 ہزار پر خریدتے ہیں۔......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز ہو کر آئے تھے ۔اس لئے آپ کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دنیا کی ساری کتابوں اور تحریروں سے بیش قیمت ہے۔ اور اگر کبھی یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر کی ہوئی ایک سطر محفوظ رکھی جائے یا سلسلہ کے سارے مصنفین کی کتابیں، تو مَیں یہ کہوں گا آپؑ کی ایک سطر کے مقابلہ میں یہ ساری کتابیں مٹی کا تیل ڈال کر جلا دینا گوارا کروں گا مگر اس سطر کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دوں گا۔ ہماری کتابیں کیا ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی تشریحیں ہیں''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء ۔ صفحہ 138-139۔ مطبوعہ قادیان ۔فاروق پریس۔ اشاعت یکم اکتوبر 1925ء)

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں کہ:

'' قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں ۔صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتداء میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409جدید ایڈیشن)